نمرہ احمد

مالا

اٹھائیسویں قسط

''وہ جانتا ہے کہ ہلال کہاں ہے۔ اور سرکار کون ہے۔ زیاد سلطان ہماری کہانی کا وہ واحد کردار ہے جو سب جانتا ہے۔''

''وہ تمہیں کیوں بتائے گا کچھ؟''

''ہر انسان کو کچھ نہ کچھ چاہیے ہوتا ہے۔ میں اس سے ہلال کے بدلے میں کوئی ڈیل کرسکتا ہوں۔''

''اں۔ اس ایک کام میں تم بہت اچھے ہو۔'' مالا نے گلہ آمیز نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ قلعے کی سیڑھیوں کے ساتھ کھڑی تھی۔ سارا وجود اب نیم اندھیرے میں تھا۔

''وہ میرے ساتھ عرصے سے ایک ڈیل کرنا چاہتا ہے۔ اس نے مجھے اس مرڈر کیس میں اس لیے پھنسایا کیونکہ میں نے اس کی بات نہیں مانی تھی۔''

''کون سی بات؟'' وہ چونکی۔

چند لمحے کے لیے سیڑھیوں کے دہانے پہ خاموشی چھا گئی۔ لکڑی کے زینوں کے دونوں کناروں پر موم بتیاں جل رہی تھیں۔ چھت سے لٹکتا فانوس بھی دمک رہا تھا۔ وہ کچھ دیر اس مدھم روشنی میں مالا کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ وہ آنکھوں کی پتلیاں سکوڑے اس کو پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''اس نے کہا تھا کہ میں تمہاری زندگی سے نکل جاؤں۔''

''مگر تم میری زندگی میں تھے ہی نہیں۔'' کسی کھلی کھڑکی سے ہوا کا جھونکا اندر آیا۔ بہت سی موم بتیوں کے شعلے خوف سے پھڑپھڑائے۔ اور ماہر فرید نے گہری سانس لی۔

''جانتا ہوں۔ اسی لیے میں نے اس کی بات نہیں مانی تھی۔ اب بھی وہ یہی کہے گا۔''

''اگر ہلال کے بدلے میں وہ یہ شرط رکھتا ہے تو تمہیں جلد از جلد میری زندگی سے نکل جانا چاہیے۔'' ہلکے سے شانے اچکا کے وہ زینے چڑھنے لگی۔ ماہر نے جواب نہیں دیا۔ وہ اس کے پیچھے ہولیا۔ ہر قدم کے ساتھ زینے سے لکڑی کے چٹخنے کی آواز آتی تھی۔

''میں صرف اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں جان جاتا ہوں کہ لوگ مجھ سے کب سچ بولتے ہیں اور کب نہیں بولتے۔''

وہ اسی طرح اوپر چڑھتی رہی۔ مڑ کے نہیں دیکھا۔ کیا وہ ایسے ہی کہہ رہا تھا یا اسے کوئی شک تھا؟

''تمہیں زیاد سے ملنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ہلال کو واپس کردے گا۔''

وہ اوپر جا چکی تھی۔ وہ چند زینے نیچے تھا۔ ریلنگ پر جما ہاتھ وہیں ٹھہر گیا۔ چونک کر اس کی پشت کو دیکھا۔

''کیا اس نے ایسا کہا ہے؟'' وہ ایک دم تیزی سے لپک کے اس کے سامنے آیا۔ وہ اس سے نگاہ

ملائے بغیر ایک کمرے کے بند دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ اس کی نچلی درز سے روشنی جھانک رہی تھی۔

''وہ کردے گا۔ وہ میرے لیے یہ کردے گا۔'' مالا نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ وہ اب بھی اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔

''کیوں؟ تم تو اس سے الگ ہو رہی ہو، پھر وہ کیوں...'' اور اگلے ہی لمحے کسی نے اس کے دل پہ پتھر رکھ دیا۔

''تم واپس اس کے پاس چلی جاؤ گی؟'' وہ بے یقین تھا۔

''یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔'' اس نے دروازہ کھول دیا۔ اندر سے بہت سی روشنی باہر آئی۔ وہ ایک ہوادار اونچی کھڑکیوں والا روشن کمرہ تھا۔ ایک کونے میں قد آور آئینہ رکھا تھا جس کے سامنے سفید ریشم کے لباس والی روبی کھڑی تھی۔ وہ آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے سر پر رکھا جالی دار نقاب درست کر رہی تھی۔ آہٹ پہ پلٹی۔ انہیں دیکھ کے مسکرائی۔

''یہ ماہر ہے۔ میرا اسکینڈ فوٹو گرافر۔'' وہ رکی مسکراہٹ کے ساتھ کہتی آگے آئی۔ وہ جو بہت کچھ کہنا چاہتا تھا، لب بھینچے خاموش ہو گیا۔

''تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے نا؟ مجھے تصویروں میں پیارا نظر آنا چاہیے۔'' روبی کی آنکھوں میں بہت سے ستارے دمک رہے تھے۔ مالا مسکرائی۔ اس دفعہ اس کی مسکراہٹ خالص تھی۔

''میں پوری کوشش کروں گی۔''

''روبی۔ تم ویسے بھی خوب صورت ہو۔'' وہ دیوار سے ٹیک لگائے، پیروں کی قینچی بنائے، جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔ ماتھے کی شکنیں گہری تھیں۔

مکمل ناول

سفید لباس والی دلہن اس کی طرف گھومی۔ تیوریاں چڑھ گئیں۔

"میں ایک موٹی لڑکی ہوں۔ ایک پلس سائز لڑکی۔ اور بالکل بھی یہ مت کہنا کہ سارے جسم خوب صورت ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ وہ بات ہے جو موٹے لوگوں نے اپنے جیسے دوسرے موٹے لوگوں کا دل رکھنے کے لیے گھڑ رکھی ہے۔" اس کا چہرہ تمتمانے لگا۔ آنکھوں کے کنارے بھیگ گئے۔

"یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ ورنہ کسی موٹے انسان کو اپنا جسم پسند نہیں ہوتا کیونکہ ہمارے اوپر کچھ اچھا نہیں لگتا۔ ہر تصویر کے لیے پوز کرتے وقت ہمیں خوف ہوتا ہے کہ ہمارے جسم کی چربی نظر نہ آجائے۔ مگر وہ پھر بھی نہیں چھپتی۔" پھر اس نے چہرہ مالا کی طرف موڑا۔ "لیکن مالا نے کہا ہے کہ وہ ایک الوژنسٹ ہے۔ اور وہ بنا فوٹوشاپ کے مجھے پتلا دکھا سکتی ہے۔" وہ بہت امید سے اسے دیکھ رہی تھی۔ مالا نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ماہر کی پرواہ نہ کرو۔ یہ خود بھی نہ نان خطائی کھاتا ہے نہ بسکٹ۔" بہت سکون سے کہتی اب وہ روبی کا نقاب درست کر رہی تھی۔ ماہر نے شانے اچکا دیے۔

روبی کی ماں آگئی اور وہ میک اپ آرٹسٹ کے ساتھ اس کے میک اپ کو آخری ٹچ دینے لگے تو وہ اس کے قریب آیا۔

وہ سر جھکائے، کیمرے کے بٹن دباتی ننھی اسکرین میں کچھ دیکھ رہی تھی۔ وہ کھنکھارا۔

"بلیے دی مین اینڈ ناٹ دی بال۔"

"ہوں؟" چونک کر چہرہ اٹھایا۔ وہ نفی میں دائیں بائیں سر ہلا رہا تھا۔

"جب کھیلنا نہ آتا ہو تو کھیلنے والے کو کھیلنا چاہیے۔ ہے نا؟"

"مطلب؟" وہ واپس کیمرہ پہ جھک گئی۔

"وہ لڑکی اتنی موٹی نہیں ہے۔ تمہیں اس کی ان سیکیورٹی دور کرنی چاہیے تھی۔ مگر تم اس کی تصدیق کر رہی ہو۔"

"میں اس کی تھیراپسٹ ہوں، نہ اس کی ماں۔ یہ میری جاب نہیں ہے کہ میں اس کی ان سیکیورٹی دور کروں۔ ابھی دنیا میں ایسی عورت نہیں بنی ہے جو آئینے میں خود کو دیکھے اور اسے کوئی خامی نہ نظر آئے۔"

ماہر فرید نے دونوں ابرو اٹھائے۔

"تم بھی؟" اس نے استعجاب سے سبز آنکھوں والی خوب صورت لڑکی کو دیکھا، جس کے چہرے پر کوئی میک اپ نہ تھا۔ صرف شفافیت اور سادگی تھی۔

"ہاں، میں بھی۔" مالا نے کھڑکی کے شیشے کو دیکھا جس پر اس کا عکس نمایاں تھا۔ چہرے پر دانے تھے۔ آنکھوں تلے حلقے۔ خوب صورتی کی سیلف لائف بہت کم تھی۔ اس نے سر جھٹک دیا۔

"مگر..."

"کہا نا... کوئی عورت اپنے جسم سے خوش نہیں ہوتی۔ بالخصوص اگر وہ یہ سمجھتی ہو کہ وہ موٹی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کو اس کے عقیدے سے نہیں ہٹا سکتی۔ میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتی سوائے اس کے کہ اس کے اہم دن پہ اس کو ویسی دکھا سکوں جیسا وہ خود کو دیکھنا چاہتی ہے۔"

وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے، دیوار سے ٹیک لگائے، خاموشی سے کھڑا اسے دیکھے گیا۔ وہ اب کیمرے پہ چہرہ جھکائے، بٹن پریس کرتی کہہ رہی تھی۔

"وہ اس وقت صرف ویڈنگ فنکشن کا سوچ رہی ہے۔ شادی کے بارے میں ساری لڑکیاں صرف فنکشن تک کا سوچتی ہیں۔ اس ایک دن کے لیے اتنا پیسہ اور توانائی صرف کرتی ہیں۔ حالانکہ شادی تو اگلے دن سے شروع ہوتی ہے۔ جب فلیش لائٹس ماند پڑتی ہیں اور میک اپ اترتے ہیں۔ پھر دن کی روشنی میں اصلی چہرے اور نقلی ہیرے صاف دکھائی دیتے ہیں۔"

اس کی آواز میں کچھ تھا۔ کچھ اداس کر دینے والا۔

"ساری شادیاں ایک جیسی نہیں ہوتیں، مالا۔"

"ہوتی ہیں۔" اس نے چہرہ اٹھایا۔ اب وہاں کچھ نہ تھا۔ نہ طنز۔ نہ تلخی۔ صرف ویرانی۔ "کیونکہ سارے مرد ایک جیسے ہوتے ہیں، ماہر بے۔"

وہ کیمرہ لیے آگے بڑھ گئی۔ روبی اس طرف آرہی تھی۔

وہ مزید کچھ نہیں بولا۔ ان دونوں عورتوں کو سمجھانا فضول تھا۔ وہ بس خاموشی اور قدرے بے زاری سے سیڑھیوں کے دہانے پر کھڑا وہ سب دیکھتا رہا جو وہاں ہو رہا تھا۔ روبی کو اونچے زینے پر کھڑا کیے، وہ نیچے ایک سیڑھی پر بیٹھی، کیمرہ چہرے پہ لگائے، کلک کلک کر رہی تھی۔ فلیش لائٹس جل بجھ رہے تھے۔ پھر وہ روبی کے ساتھ جا کھڑی ہوئی۔ اب وہ اسے ننھی اسکرین پر آئے شاٹس دکھا رہی تھی۔

روشنی اور اندھیرے کا امتزاج۔ زاویوں کا کھیل۔ پوز کرنے کا ہنر۔ سب نے مل جل کے جو تصاویر تخلیق کی تھیں، ان کو دیکھ کے روبی کا چہرہ چمک اٹھا۔ حیرت۔ خوشی۔

"ابھی تھوڑی ایڈیٹنگ کے بعد یہ مزید بہتر ہو جائیں گی۔" وہ تصویریں دکھاتے ہوئے مسکرا کے کہہ رہی تھی۔ روبی کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"تم نے یہ کیسے کیا، مالا؟"

اس نے مسکرا کے شانے اچکا دیے۔

"کہا نا۔ میں ایک الوژنسٹ ہوں۔"

ماہر اسی طرح دیوار سے لگا کھڑا، سنجیدہ چہرے سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ذہن میں بس ایک فقرہ گردش کر رہا تھا۔

(وہ کر دے گا۔ وہ میرے لیے کر دے گا۔)

☆☆☆

رات وین کوور پہ سیاہ بادلوں کی چادر تانے اتری۔ جس وقت ماہر اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول رہا تھا، باہر بادل برسنا شروع ہو چکے تھے۔

وہ چابیاں ریک میں لٹکاتا، جوتے اتارنے لگا۔ پھر ننگے پیر فرش پر چلتا آگے آیا اور قدرے بے زاری سے کیمرے کا اسٹریپ گردن سے نکالا۔ بیک پیک ایک طرف پھینکا۔ وہ نیچے جا گرا۔ ماہر نے گہری سانس لی۔ جھک کے بیک پیک اٹھایا اور درست کر کے رکھا۔ پھر بتیاں روشن کیں۔

یہ اس کا سیاہ سفید سا اپارٹمنٹ تھا۔ اس اپارٹمنٹ سے ملتا جلتا جس میں وہ استنبول میں رہتا تھا۔ دو رنگوں کا ڈیکور۔ دنیا سے باقی سارے رنگ جیسے ختم ہو گئے تھے۔

(وہ یہ کر دے گا۔ وہ میرے لیے ایسا کر دے گا۔)

کھڑکیوں پر تڑاتڑ بوندیں گر رہی تھیں۔ باہر بالکونی کی ریلنگ بھی بھیگ چکی تھی۔ وہ باہر آ کھڑا ہوا اور بازو ریلنگ پر رکھ کے دور نیچے پھیلی رات دیکھنے لگا۔

(وہ کر دے گا۔ وہ میرے لیے یہ کر دے گا۔)

وہ الفاظ تھے یا کوئی پگھلا ہوا سیسہ۔ ماہر نے آنکھیں بند کیں۔ آسمانوں سے برستا پانی اس پر گرتا رہا۔ بال، چہرہ، ہڈی، سب بھیگتا جا رہا تھا۔ لیکن اندر لگی آگ کسی صورت بجھ نہیں پا رہی تھی۔

اسے کسی سے بات کرنی تھی۔

وہ واپس اندر آیا تو گیلے پیروں کے نشان لکڑی کے فرش پر بنتے گئے۔ اس نے نم ہاتھ سے موبائل اٹھایا اور کانٹیکٹ لسٹ کھولی۔

"یاسمین؟" فرشتے کے لفظ پہ وہ رک گیا۔ اونہوں۔ وہ یاسمین سے بات کر نہیں سکتا تھا۔ اس نے ماہر کو مالا کی زندگی میں واپس جانے اور اسے کنفیوژ کرنے سے منع کیا تھا۔ لیکن وہ کنفیوژ نہیں ہوئی تھی۔ وہ واپس اسی شخص کے پاس جا رہی تھی جس سے وہ اتنی مشکل سے پیچھا چھڑا کے نکلی تھی۔ اس وقت اس میں یاسمین کی ڈانٹ سننے کا حوصلہ نہ تھا۔

وہ کانٹیکٹ لسٹ نیچے کرتا واپس بالکونی تک آیا۔ گیلے قدموں کے نشان اس کے ساتھ باہر تک آئے۔

بیریل سے بات کرنا فضول تھا۔ وہ ان معاملات میں اچھا ہوتا تو آج سنگل نہ ہوتا۔

وہ بالکونی میں شیڈ تلے رکھی کرسی پر بیٹھا اور پیر قینچی صورت میز پر رکھ لیے۔ ٹھنڈی ہوا گیلے بالوں سے ٹکراتی رہی۔ لیکن اس وقت اسے ٹھنڈ نہیں لگ رہی تھی۔

سبرینہ؟ اونہوں۔ وہ زیاد کی سابقہ محبت تھی۔ اور وہ مالا کو ناپسند کرتی تھی بالکل ایسے جیسے مالا سبرینہ کو ناپسند کرتی تھی۔

اندھیری بالکونی میں سر جھکائے بیٹھا ماہر ایک کے بعد ایک نمبر دیکھ رہا تھا۔ موبائل کی نیلی روشنی چہرے کو چمکا رہی تھی۔

وہ کس سے بات کرے جو اس کی بات سمجھ سکے؟ اسے نہیں چاہیے تھی ہلال کے لیے اس کی قربانی۔ اسے زیاد سلطان سے ایسی کوئی ڈیل نہیں کرنی تھی۔

وہ کس سے بات کرے جو اس کو الزام نہ دے؟ بلکہ اس کو مسئلے کا حل بتائے۔ وہ جو اس کو جج نہ کرے۔ وہ جس پہ اسے یہ بھروسہ ہو کہ وہ اس کے لیے وہ کرے گا جو وہ چاہتا ہو؟

ایک نمبر پر اس کا انگوٹھا ٹھہر گیا۔

صرف ایک شخص تھا جس کے پاس وہ تب جاتا تھا جب سارے دروازے بند ہو جاتے تھے۔

اس نے کال کا بٹن دبایا۔

یہ طے تھا کہ چاہے اسے پسند ہو یا نہ ہو، لیکن ماہر فرید کو ہمیشہ اسی کے پاس واپس جانا پڑتا تھا۔

''ہیلو؟'' عبدالمالک فرید کی سرد، بے تاثر سی آواز اسپیکر پہ سنائی دی۔

''مجھے تمہاری مدد چاہیے۔''

''میں سن رہا ہوں۔''

اس نے گیلے بال انگلیوں سے پیچھے کیے۔ پہلو بدلا۔ یہ ہمیشہ مشکل ہوتا تھا۔

''میں نے مالا سے کہا تھا وہ ہلال کو ڈھونڈنے میں میری مدد کرے۔''

وہ خاموشی سے سنے گئے۔

''زیاد جانتا ہے کہ وہ کہاں ہے۔ مجھے لگا شاید وہ زیاد سے پوچھ سکے یا...'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ بالکونی کے سرے پر شیڈ ختم ہوتا تھا اور وہاں بارش کا پانی تڑتڑ برس رہا تھا۔ وہ پانی اور خشکی کی سرحد پہ آن رکا۔

''پھر؟''

''پھر آج اس نے کہا کہ زیاد ہلال کو واپس کر دے گا۔''

''کیوں؟''

''اس کے لیے۔ مالا کو واپس حاصل کرنے کے لیے۔'' وہ ایک ہتھیلی پھیلا کے ریلنگ تک لے گیا۔ پانی کی بوچھاڑ ہتھیلی سے ٹکرائی۔ تڑ تڑ تڑ جیسے گولیاں سی برس رہی ہوں۔

''تم کیا چاہتے ہو؟''

''مجھے اس کی قربانی نہیں چاہیے۔ ایک زندگی کو بچانے کے لیے دوسری برباد نہیں کرنی۔ وہ ایک حیوان ہے۔ وہ اس کے پاس واپس چلی گئی تو وہ اسے مار دے گا۔''

''یہ بات تم نے اس سے کہی؟''

''اس نے کبھی میری بات مانی ہے؟''

''تم کیا چاہتے ہو؟''

''وہ ایک دفعہ پھر اپنی زندگی خراب کر لے گی۔ وہ دوبارہ اس سے پیچھا کیسے چھڑا...''

''تم کیا چاہتے ہو؟'' انہوں نے تم پہ زور دیا۔

ماہر نے گہری سانس لی۔ ہتھیلی واپس کھینچ لی۔ ٹھنڈی ہوا سے گیلے بال اور لباس سوکھنے لگے تھے۔

''میں زیاد سے ملنا چاہتا ہوں۔ لیکن وہ مجھے اس سے ملنے نہیں دینا چاہتی۔''

''تمہیں اس کی اجازت چاہیے؟''

''نہیں۔ اسی لیے تمہیں کال کر رہا ہوں۔'' وہ ہلکا سا مسکرایا۔

''تم مجھے زیاد سلطان کو ڈھونڈ کے دو گے۔ اس کی ماں وین کوور میں کسی ہسپتال میں ایڈمٹ ہے۔ وہ اس سے ملنے آتا ہو گا۔ مجھے اس ہسپتال کا نام وغیرہ

معلوم کر دو۔ آگے میں اسے ڈھونڈ لوں گا۔''

''شیور۔'' بلا تامل کہہ کے مالک فرید نے کال کاٹ دی۔

ماہر نے گہری سانس لے چہرہ اٹھایا۔ ریلنگ کے پار سیاہ رات اسی طرح بھیگ رہی تھی۔ بالآخر اس کے جلتے دل پہ بوچھاڑ کرنے لگی تھی۔

☆☆☆

اس صبح مالا کی آنکھ فون کی تیز گھنٹی سے کھلی تھی۔

اس نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔

وہ کہاں تھی؟

پلکیں جھپکائیں۔ منظر واضح ہوا۔

وہ اپنے اسٹوڈیو اپارٹمنٹ کے کمرے میں تھی۔

کل شادی کا ایونٹ کور کرنے کے بعد تھکاوٹ ایسی ہوئی تھی کہ رات وہ گھر آ کے سوئی تو اٹھ نہ سکی۔ اسے آج اٹھنا بھی نہیں تھا۔ آج کے دن کے لیے اس نے جے پی سے ویسے بھی آف لے رکھا تھا۔

بدقت کہنیوں کے بل اٹھی اور فون دیکھا۔ کون صبح صبح کال کر رہا تھا؟

روبی۔ چار مسڈ کالز۔

اس کو اب کیا مسئلہ ہے؟ اس نے فون پرے ڈال دیا اور کروٹ بدل دی۔ آنکھیں بند کر کے پھر سے سونے کی کوشش کی۔ روبی کو یقیناً تمام تصاویر چاہیے تھیں۔ لیکن وہ پیسے لیے بنا نہیں دے سکتی تھی۔ ابھی تو ایڈیٹنگ بھی کرنی تھی۔ اف۔ لیکن وہ مطمئن تھی۔

روبی کی تصاویر بہت اچھی آئی تھیں۔ روبی اتنی خوش ہوئی تھی کہ اس نے چند تصاویر فوراً مالا سے واٹس ایپ کروالی تھیں۔ اس نے انہیں پوسٹ کرنا تھا۔ روبی کا دھیان سارا وقت تصاویر پہ لگا رہا تھا۔ خیر اسے کیا۔ لیکن اسے جاگ جانا چاہیے۔ روبی نے اسے ادائیگی کرنی تھی۔ اور وہ پیسے اس کے لیے بہت قیمتی تھے۔

وہ سست روی سے اٹھ بیٹھی۔ فون کھول کے سب سے پہلے زیاد کا میسج چیک کیا۔ کوئی پیغام نہیں۔

''تم نے میری آفر کے بارے میں کیا سوچا؟'' الفاظ ٹائپ کر کے بھیجے۔ پھر جمائی روکتے ہوئے روبی کو کال ملائی۔

''مالا...'' اس نے پہلی گھنٹی پہ فون اٹھا لیا۔ اس کی آواز قدرے بدلی ہوئی تھی۔

''ہیلو روبی۔ میں سو رہی تھی جب...''

''تم نے میرے ساتھ کیا کیا؟''

وہ اتنی زور سے چلائی تھی کہ الفاظ اس کے منہ میں رہ گئے۔ ساری نیند آنکھوں سے بھک سے اڑ گئی۔ وہ تیزی سے اٹھ بیٹھی۔

''کیا ہوا؟''

''تم نے ساری دنیا میں میرا تماشہ بنا دیا۔'' وہ چلاتے ہوئے رو رہی تھی۔

وہ جیسے بالکل گنگ رہ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

دماغ نے اس سب کو پروسیس کرنے کی کوشش کی۔

رات تک روبی ٹھیک تھی۔ سب اچھا ہوا تھا۔ روبی نے کئی دفعہ اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔

''تم نے مجھے ایک مذاق بنا دیا۔'' روبی دھاڑیں مار کے رو رہی تھی۔ ''ساری دنیا مجھ پہ ہنس رہی ہے۔''

''روبی کام ڈاؤن۔ مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے۔''

''وہ دیکھو جو میں نے بھیجا ہے۔'' وہ زور سے چلائی۔

مالا نے تیزی سے فون نیچے کیا۔ ان باکس کھولتے ہوئے اس کی انگلیاں کپکپا رہی تھیں۔

روبی کی واٹس ایپ چیٹ میں بہت سے پیغامات آئے رکھے تھے۔ اپر کیس لیٹرز میں لکھے پیغامات۔

مجھے کال کرو۔

ارجنٹ۔

واٹ از دس، مالا؟

نیچے چند لنکس تھے۔

اسے وہ سب دیکھنے اور سمجھنے میں چند منٹ لگے۔

گزشتہ رات روبی نے مالا کی کھینچی تصویریں جاتے کے ساتھ ہی اپنے انسٹاگرام پہ پوسٹ کردی تھیں۔اس کے دوستوں اور رشتے داروں نے تصاویر کے نیچے بہت اچھے کمنٹس دیے تھے۔البتہ فنکشن میں آئے ایک مہمان نے جس کے ٹک ٹاک اکاؤنٹ پہ چند ہزار فالوورز تھے،روبی کی چند تصاویر کھینچی تھیں۔سامنے سے لی گئیں فون کیمرا کی تصاویر۔ان تصاویر میں روبی موٹی دکھائی دیتی تھی۔ایسے کہ اس کی ڈبل ٹھوڑی واضح تھی۔پھر اس شخص نے اپنی کھینچی تصاویر اور مالا کی پروفیشنل کیمرے سے لی گئی تصاویر (جو روبی نے پوسٹ کی تھیں) کو ساتھ ساتھ جوڑ کے ٹک ٹاک پہ ایک ویڈیو ڈالی تھی۔

اس ویڈیو پہ لکھی عبارت کچھ یوں تھی۔

فوٹوگرافرز کا کمال۔وہ کسی کو کچھ بھی دکھا سکتے ہیں۔

ایک طرف مالا کی کھینچی تصویر تھی۔روبی سفید گاؤن میں کھڑی پیچھے مڑ کے دیکھ رہی تھی۔پوزنگ کا کمال تھا اور روشنی اندھیرے کے امتزاج کا۔اس کا جسم اور چہرہ پتلا لگ رہا تھا۔

دوسری جانب سامنے سے لی گئی تصویر تھی جس میں روبی مسکرا بھی نہیں رہی تھی۔اس کا ریسٹنگ فیس قدرے جھنجھلایا ہوا لگ رہا تھا۔فربہ جسم۔ڈبل ٹھوڑی۔پھولے گال۔مگر وہی لباس اور جیولری۔

یہ ویڈیو تین گھنٹے پہلے پوسٹ ہوئی تھی۔اور اس کو اب تک... مالا نے پلکیں جھپکائیں... دو ملین لوگ دیکھ چکے تھے۔اس کا دل ڈوبنے لگا۔

اس ویڈیو کے کمنٹ سیکشن میں سب اس موٹی لڑکی کو برا بھلا کہہ رہے تھے جو اپنے جسم سے خوش نہیں تھی اور یقیناً اس نے فوٹوگرافر کو خود کو پتلا دکھانے کے لیے کہا تھا۔لوگ اس کو بیوٹی اینڈ دی بیسٹ جیسے القابات دے رہے تھے۔اور سب سے زیادہ وہ اس فوٹوگرافر کو گالیاں دے رہے تھے،جس نے کسی دلہن کی اِن سیکیورٹی کو استعمال کیا تھا۔

وہ کتنی ہی دیر وہیں بیٹھی رہی۔چہرہ زرد پڑ رہا تھا۔سوشل میڈیا کی نفرت برداشت کرنا آسان نہیں تھا۔

کل جب روبی کی تصاویر اچھی آئی تھیں،تو اس کے دل نے خواہش کی تھی کہ کیا معلوم اس کا کام روبی کے دوستوں میں سے کسی کو پسند آئے اور وہ اس کو اپنے کسی ایونٹ کے لیے ہائر کرلیں۔یوں یہ اس کی ایک سائیڈ جاب بن سکتی تھی۔اس ملک میں گزارا کرنے کے لیے اسے ایک دوسری جاب چاہیے تھی۔

لیکن یہ اتنا بھیانک نتیجہ...اس نے سوچا بھی نہ تھا کہ یہ سب ہوگا۔

ایک بات طے تھی۔یہ مالا کی زندگی کا پہلا اور آخری فوٹو شوٹ تھا۔

"روبی میری بات سنو..."

اس نے کال ملائی لیکن وہ کچھ سننے پہ تیار نہیں تھی۔

"تم نے مجھے غلط گائیڈ کیا۔تم نے مجھے وہ دکھایا جو میں نہیں ہوں۔" وہ رو رہی تھی۔

"روبی، میں نے وہی کیا جو تم نے کہا تھا۔"

"تم نے میرا تماشہ بنادیا۔میں موٹی ہوں۔تم نے میری اِن سیکیورٹی کے ساتھ کھیلا۔دوبارہ مجھے کال مت کرنا۔"

اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔وہ کہنا چاہتی تھی کہ میرے پیسے؟ لیکن اب کوئی بھی شے روبی کو اس کی بات سننے پہ مجبور نہیں کرسکتی تھی۔

اس نے دھیرے سے فون رکھا۔

یہ زیاد سلطان نے نہیں کیا تھا۔یہ دنیا والوں نے کیا تھا۔

اس نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔سر میں بے انتہا درد اٹھنے لگا تھا۔

وہ کتنی دیر میٹرس پر بیٹھی رہی۔ہلی نہیں۔منہ بھی نہیں دھویا۔پردے نہیں ہٹائے۔دن کی روشنی کو اندر نہیں داخل ہونے دیا۔اس کی روم میٹ وہاں نہیں تھی۔نہ جانے کہاں تھی۔اسے پروا نہیں تھی۔

وہ گم صم سی گھٹنوں پر سر رکھے بیٹھی رہی۔نگاہیں دیوار پر مرکوز تھیں۔

اور تب ہی فون بجنے لگا۔وہ جانتی تھی کس کی کال ہوگی۔

"تمہاری کلائنٹ وائرل ہوگئی ہے۔تم نے دیکھا؟" وہ محظوظ سا کہہ رہا تھا۔

"دیکھ چکی ہوں۔پھر کیا کروں؟" اس کی آواز گیلی تھی۔بے اختیار گالوں کو چھوا۔گرم قطرے۔

"تم رو رہی ہو؟" ماہر چونکا۔

اس نے جواب نہیں دیا۔ہاتھ کی پشت سے گال رگڑے۔

وہ بھی چند لمحے کے لیے خاموش ہوگیا۔

"اس نے مجھے کال کی۔وہ رو رہی تھی۔میں نے اس کا دن برباد کردیا۔"

"اور اس نے تمہارا۔"

"تم اندر سے خوش ہو رہے ہوگے۔تمہیں وہ سب پسند نہیں آیا تھا۔"

وہ دھیرے سے ہنس دیا۔وہ فون کان سے لگائے،اپنے سفید کچن میں کھڑا،گرائنڈر میں کافی بینز ڈال رہا تھا۔

"اگر یہ تمہارا بزنس ماڈل ہے تو مجھے اس پہ اعتراض کرنے کا حق نہیں۔وہ صرف میری رائے تھی۔"

"لیکن میں نے اس کو ایک میم بنا دیا۔" اس نے آنکھیں بند کر کے کنپٹی مسلی۔سر درد سے پھٹ رہا تھا۔

"میری فیلڈ میں کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کانٹریکٹ کرنے کے بعد میں کلائنٹ کی ڈیمانڈ کے مطابق ڈیزائن بناتا ہوں۔" وہ سر جھکائے کافی مشین کو دیکھ رہا تھا جس سے نکلتی بھوری دھواں دار دھار کپ میں گر رہی تھی۔

"لیکن کلائنٹ تب تک اپنا ذہن بدل چکا ہوتا ہے۔اسے وہ ڈیزائن پسند نہیں آتا۔"

"پھر تم کیا کرتے ہو؟"

"میں وہی کرتا ہوں جو مجھے میرے باپ نے سکھایا تھا۔وہ ایک چیز جو ایک اچھا بزنس مین بننے کے لیے چاہیے ہوتی ہے۔"

وہ خاموشی سے سنے گئی۔

"بے حسی اور شیم لیس نیس۔میں بے حس ہو کے بہت بے شرمی سے کلائنٹ سے اپنے پیسے مانگتا ہوں۔میرا کلائنٹ دوسروں کے سامنے شرمندہ ہو یا اپنی ترجیحات بدل لے،یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔اگر میں نے وہی کیا ہے جو اس نے مانگا تھا،تو اس کو میری رقم ادا کرنی ہے۔"

وہ کچھ نہیں بولی۔

"اگر تمہیں اس دنیا میں پیسے کمانے ہیں تو تمہیں بے حس بن کے اپنا پیسہ وصول کرنا ہے۔لحاظ اور مروت میں رہنے والوں کو ہر فیلڈ میں خسارے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔کیا تم سن رہی ہو؟" اس نے فون کان سے ہٹایا۔کپ اٹھانے اور دودھ ڈالنے کی کھٹر پٹر میں وہ سن نہیں سکا کہ وہ کب کی کال کاٹ چکی تھی۔

☆☆☆

صبح ابھی دوپہر میں نہیں ڈھلی تھی جب روبی کے گھر کے دروازے پہ وہ آن کھڑی ہوئی تھی۔زور سے گھنٹی پر انگلی رکھی اور پھر نہیں ہٹائی۔یہاں تک کہ دروازہ کھلا اور ایک فربہ عورت دکھائی دی۔

"تم؟" ناپسندیدگی سے اسے دیکھنے والی روبی کی ماں تھی۔

"روبی کو بلائیں۔مجھے اس سے بات کرنی ہے۔" رک کے اضافہ کیا۔"میں جانتی ہوں وہ ہنی مون پہ دو دن بعد جا رہی ہے۔" وہ انہیں کسی بہانے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔

خاتون گھورتے ہوئے ایک طرف ہٹ گئیں۔

وہ تیز قدموں سے ان کے پیچھے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔لمبا ٹرینچ کوٹ پہنے،بال کیچر میں باندھے،کراس باڈی بیگ ایک کندھے پر لٹکائے،وہ گردن

دائیں بائیں گھما کے اسے تلاش کرنے لگی۔ اور پھر وہ اسے دکھائی دے گئی۔

اوپر ایک اجلا اجلا سفید سا لونگ روم تھا۔ بڑے صوفے پر روبی بیٹھی تھی۔ نائٹ سوٹ میں ملبوس۔ چہرہ سرخ گلابی تھا۔ گود میں آئس کریم کا بول رکھا تھا۔ میز پر بہت سے تحفے رکھے تھے۔ کچھ کھلے تھے۔ کچھ ابھی تک پیک شدہ تھے۔ روبی نے آہٹ پہ گردن موڑی۔ اسے دیکھ کے ماتھے پر بل پڑے۔ چمچہ پیالے میں پھینک کے وہ تیزی سے کھڑی ہوئی۔

"تم!"

"مجھے اپنی پے منٹ چاہیے، روبی۔"

وہ اس کے عین سامنے آ کھڑی ہوئی اور سینے پر بازو لپیٹ لیے۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ سپاٹ۔ بے حس۔

"تم اب مجھ سے پے منٹ مانگ رہی ہو؟ اور وہ جو تم نے میرے ساتھ کیا؟"

"میری بات غور سے سنو۔ تم نے اور میں نے ایک کانٹریکٹ کیا تھا۔ تم نے مجھ سے جو ڈیمانڈ کیا تھا، وہ میں نے پورا کیا۔ تم نے کہا تھا تم موٹی ہو اور پتلی لگنا چاہتی ہو۔ کیا تم نے نہیں کہا تھا؟"

اس کی آواز پرسکون تھی۔ لیکن بلند تھی۔ روبی لب بھینچے گہرے سانس لیتی اسے گھورے گئی۔

"میرا کیمرہ ہر وقت آن تھا۔ میرے پاس تمہارے ان الفاظ کی ریکارڈنگز موجود ہیں۔ میرا سیکنڈ فوٹوگرافر گواہ ہے۔ تمہاری ماں گواہ ہے۔ اگر تم نے مجھے ادائیگی نہ کی تو میں وہی کروں گی جو مجھے کرنا چاہیے۔"

"مثلاً؟"

"میں تنگ آ گئی ہوں اس شہر کے لوگوں سے یہ سنتے سنتے کہ وہ مجھے عدالت میں لے جا سکتے ہیں۔ اس دفعہ عدالت میں جانے کی باری میری ہے۔" ایک انگلی سے سینے پر دستک دی۔

روبی کی ماں اس کے کندھے کے برابر آ کھڑی ہوئی۔ اب وہ دونوں اسے ایک ہی جیسی نظروں سے گھور رہی تھیں۔

"تمہارے ساتھ جو ہوا، وہ تمہارے اس مہمان نے کیا۔ اگر تمہیں کسی کو سو (مقدمہ) کرنا ہے تو اس کو کرو۔ میں نے وہی کیا جو تم نے کہا تھا۔" بولتے بولتے سانس پھولنے لگا۔ آنکھیں بھیگنے لگیں۔ شاید وہ ماہر فرید جیسی بے حس نہیں ہو سکتی تھی۔

(ابھی نہیں رونا، مالا۔ گھر جا کے رو لیں گے۔ ابھی خود کو بے حس رکھنا ہے۔)

"مجھے میرے پیسے چاہئیں۔ میری زندگی میں پہلے ہی بہت مسائل ہیں۔ اگر تم نے مجھے میرے پیسے ادا نہ کیے تو میرے اندر ابلتا سارا لاوا تم پہ آ گرے گا، روبی۔ میں یہاں سے سیدھی اپنے وکیل کے پاس جاؤں گی۔"

(ابھی نہیں رونا، مالا۔)

پھر اس نے چہرہ اس کی ماں کی طرف موڑا۔

"میرے پاس اس شہر میں کام کرنے کا ورک پرمٹ ہے۔ اور مجھے اپنے حقوق معلوم ہیں۔ اپنی بیٹی سے کہیں میری رقم ادا کر دے۔" وہ ان کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ دل اوپر نیچے ہو رہا تھا۔ وہ وکیل افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن اسے رونا نہیں تھا۔ اس کو خود کو بے حس دکھانا تھا۔ ایک اور الوژن ہی سہی۔

روبی کی ماں چپ چاپ وہاں سے چلی گئی۔ چند لمحے بعد وہ واپس آتی دکھائی دی۔ اس کے ہاتھ میں ایک پھولا ہوا لفافہ تھا۔

بہت سے آنسو اس کے حلق میں جمع ہونے لگے۔ لیکن اسے ابھی نہیں رونا تھا۔

"تمہیں صرف اپنے پیسے چاہیے تھے۔ کتنی بے حس ہو تم۔" روبی بھیگی گلہ آمیز آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"طلاق لینے والی عورت کو بے حس بننا پڑتا ہے۔" اس نے لفافہ زور سے تھاما اور ٹھک ٹھک سیڑھیاں اترتی چلی گئی۔ آنسو بالآخر آنکھوں سے بہہ نکلے تھے۔ لیکن اب روبی اس کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔

یہ رقم اس رقم سے کافی کم تھی جو اسے جے پی کو ادا کرنی تھی۔ لیکن کچھ نہ ہونے سے ہونا بہتر تھا۔ ابھی اس کے پاس چند دن تھے۔ وہ کوئی نہ کوئی حل نکال لے گی۔ مالا ہمیشہ راستہ ڈھونڈ لیتی تھی۔

☆☆☆

وہ سیدھی گھر نہیں گئی۔

فون رکھ کے وہ باتھ روم تک آئی۔ کافی دیر چہرے پر گیلے چھینٹے مارتی رہی۔ کچھ پانی پیروں پر بھی گر گیا۔ پھر اس نے اپنا چہرہ دیکھا۔ گلابی رویا رویا چہرہ۔ اس نے برش اٹھایا اور کھینچ کھینچ کے بالوں میں چلانے لگی۔ بہت سا غصہ اور جارحیت اندر سے نکل کے ہاتھوں میں منتقل ہو گئی تھی۔ کس کے اونچی پونی بنائی، پیپر ٹاول سے چہرہ تھپتھپایا اور گیلے پیروں سے چلتی کمرے میں واپس آئی۔

اسے معلوم تھا اسے کیا کرنا ہے۔

وہ تھک گئی تھی ڈرتے ڈرتے۔ انسانوں سے۔ جنات سے۔ لوگوں کی باتوں سے۔ پیسے کے پیچھے بھاگنے سے۔ اس شہر کی عدالتوں سے۔

اس نے کھڑکی کھولی اور اس کے عین سامنے کرسی رکھ کے بیٹھ گئی۔ ایسے کہ سورج کی روشنی اس کے چہرے پہ پڑ رہی تھی۔ رینٹ والا کیمرہ واپس کر دیا تھا۔ سو موبائل کیمرہ سیٹ کیا۔ بنا کوئی فلٹر لگائے، مالا نے ریکارڈنگ آن کی۔ وہ تھک چکی تھی اپنے ہر عمل پہ فلٹر لگا لگا کے۔ اب فلٹر اتارنے کا وقت تھا۔

"میرا نام کشمالہ مبین ہے۔ اور میں ایک الوژنسٹ ہوں۔"

کیمرے کی اسکرین پر اس کا چہرہ روشنی میں سنہری گلابی سا دکھائی دے رہا تھا اور سبز آنکھیں کانچ جیسی لگ رہی تھیں۔

"میں وہ فوٹوگرافر ہوں جس نے روبی کا فوٹوشوٹ کیا تھا۔ وہ فوٹوگرافر جس کو سب برا بھلا کہہ رہے ہیں، وہ میں ہوں۔"

اس کی آنکھیں خشک تھیں اور چہرہ سپاٹ۔

"میں ویڈنگ فوٹوگرافر نہیں ہوں۔ الوژن بناتی ہوں اور میری کلائنٹ نے مجھے ایک الوژن تخلیق کرنے کے لیے کہا تھا۔ وہ اپنی شادی کی تصاویر میں پتلی دکھنا چاہتی تھی۔ میں نے وہی کیا جو میک اپ آرٹسٹ اور کاسمیٹک سرجن کرتے ہیں۔ وہ عورتوں اور مردوں کی ان سیکیورٹیز کے ساتھ کھیل کے ان کو ویسا دکھا دیتے ہیں جیسا وہ دکھنا چاہتے ہیں۔"

وہ اسکرین پہ موجود اپنے عکس کو دیکھ رہی تھی۔ حلقے۔ دانے۔ زرد رنگت۔ کسی ہیرے سے خالی کان اور گردن۔

"کیا میں نے کچھ غلط کیا؟ نہیں۔ میں نے وہ کیا جو اس نے مانگا تھا۔ میں نے اس کا وہ عیب چھپایا جو اس کو عیب لگتا تھا۔ میری نظر میں تمام عورتیں خوب صورت ہیں۔ لیکن آپ کی نظر میں نہیں ہیں۔ آپ لوگ..." اس نے انگلی سے اسکرین کی طرف اشارہ کیا۔ "آپ لوگ ہیں جنہوں نے خوب صورتی کے معیار کا تعین کیا ہے۔ آپ کو میرے جیسے ایکنی سے بھرے چہرے خوب صورت نہیں لگتے۔ آپ کو پھینی ناک، چھوٹے قد، سیاہ رنگت، موٹے جسم اور چھوٹی آنکھیں خوب صورت نہیں لگتیں۔"

اس نے سوچا تھا وہ نہیں روئے گی۔ لیکن آنکھیں پھر سے بھیگنے لگیں۔

"آپ کی نظروں میں خوب صورت لگنے کے لیے عورتیں کاسمیٹک سرجنز کے پاس جاتی ہیں اور جو نہیں جا سکتیں، وہ میرے جیسے لوگوں کے پاس آ کے عارضی حل تلاش کرتی ہیں۔ آپ ہیں وہ کلپرٹ جو کی بورڈ کے پیچھے چھپ کے انسانوں کے چہروں کا مذاق اڑاتے ہیں۔" آواز رندھ گئی۔ ایک آنسو ٹپ سے گرا اور گال پر لڑھک گیا۔

"میرے اوپر الزام ڈالنے سے پہلے اپنے اندر جھانکیں۔ آپ لوگ دوسری عورتوں کو ان سیکیور کرتے ہیں۔ روبی کے جسم کا مذاق میں نے نہیں، آپ نے بنایا تھا۔ میں نے اس کو خوب صورت دکھایا تھا۔ آپ نے اس کے نام رکھے۔ آپ نے اس کو ہرٹ

کیا۔ اگر کوئی اس سب کا ذمہ دار ہے تو وہ آپ لوگ ہیں۔"

اس کے گال تمتمارہے تھے اور آنسوؤں میں غصہ گھل گیا تھا۔

"مجھے اپنے کیے پہ کوئی شرمندگی نہیں ہے۔ میرے اوپر کوئی ڈیبیٹ شروع کرنے سے پہلے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھیں۔ روبی نے یہ سب آپ کے کمنٹس سے بچنے کے لیے کیا تھا۔ تاکہ کوئی اسے یہ نہ کہہ سکے کہ وہ شادی سے پہلے وزن کیوں نہیں کم کر سکی۔ رہی میں..." اس نے ہتھیلی کی پشت سے گال رگڑا۔

"میں ایک آرٹسٹ ہوں۔ میں وہی الوژن تخلیق کروں گی جو میرا کلائنٹ مجھ سے ڈیمانڈ کرے گا۔ روبی جیسی دس لڑکیاں مجھے کہیں کہ وہ کچھ اور دکھنا چاہتی ہیں، تو میں ان کی بات مانوں گی۔ یہ ان کی چوائس ہے۔ سو اگر آپ نے کسی کا مذاق اڑانا ہے تو آپ لوگ خود اپنا مذاق اڑائیں۔ آپ لوگ جو خود اپنی تصویریں فلٹر لگائے بنا پوسٹ نہیں کرتے۔ میرے لیے تمام انسان خوب صورت ہیں۔ سوائے آپ لوگوں کے جو دوسروں کے جسم کے عیوب تلاش کرتے ہیں۔"

اس نے بازو لمبا کیا۔ بٹن دبایا۔ ویڈیو بند ہو گئی۔

وہ موبائل ہاتھ میں لیے چند بٹن دباتی گئی۔ آنسو ٹپ ٹپ اسکرین پر گرتے گئے۔ اس نے اپنے اکاؤنٹ سے اس ویڈیو کو روبی کی وائرل ویڈیو سے جوڑا اور پوسٹ کر دیا۔ اب اس وائرل ویڈیو کو دیکھنے والے اس کی ویڈیو بھی دیکھ سکیں گے۔

پھر اس نے آنکھیں بند کیں۔ تین گہرے سانس لیے۔

میں کسی سے نہیں ڈرتی۔ مالا کو اب کسی فلٹر کی ضرورت نہیں ہے۔

موبائل کی ٹون پہ وہ چونکی۔ اسکرین روشن کی۔ زیاد سلطان کا میسج موصول ہوا تھا۔

"میں تمہاری آفر قبول کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

دل نے بے اختیار ایک دھڑکن مس کی۔

☆☆☆

بیسمنٹ ہمیشہ کی طرح نیم تاریک تھی۔ لکڑی کا فرش۔ کھلا کمرہ۔ جتنا گھر اوپر تھا اتنا ہی نیچے تھا بس دیواریں اور دروازے نہ تھے۔ جیسے ایک طویل ہال ہو۔ ایک کونے میں ٹوائلٹ تھا۔ اور دوسرے میں کچن جو کاٹھ کباڑ سے بھرا تھا۔

ایک لکڑی کے ستون کے ساتھ وہ بیٹھی تھی۔ سر جھکائے، کاپی گھٹنوں پر رکھے وہ کاغذ پر رنگ بھر رہی تھی۔ گھنگریالے بال اس خاکے کو چھو رہے تھے جو کاغذ پہ بنا دکھائی دیتا تھا۔

ہلال کے اوپر چھت پہ کوئی چل رہا تھا۔ ہر قدم کے ساتھ نیچے دھمک سنائی دیتی۔ ایسی اونچی دھمک کہ لگتا چھت ابھی گرنے کو ہے۔ قدموں کی آواز بیسمنٹ کی سیڑھیوں کے دہانے تک آ رکی۔ پھر چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ کھلا۔

سیڑھیوں کے اوپر سے روشنی دکھائی دی۔ لمحے بھر کو بیسمنٹ روشن ہو گئی۔

وہ اندر داخل ہوا۔ اور دروازہ بند کر دیا۔ روشنی کا راستہ رک گیا۔ اب بیسمنٹ میں صرف اس ایک بلب کی روشنی تھی۔

پھر قدم نیچے اترنے لگے۔ دھپ۔ دھپ۔ دھپ۔ ہر قدم کے ساتھ لکڑی چٹخنے کی آواز آتی۔ ہلال نے سر نہیں اٹھایا۔ اسی سکون سے صفحے پر پنسل رگڑتی گئی۔

"جانتی ہو، میں نے ہمیشہ تمہیں کیا سمجھا تھا؟"

وہ قدم قدم چلتا اس کے قریب آیا۔ سیاہ پینٹ شرٹ پہنے، وہ الجھے الجھے بال لیے کھڑا تھا۔

ہلال گردن ترچھی کیے، آنکھیں اس کاغذ پہ جمائے ہوئے رہی۔

"ایک لائیبلیٹی"۔ زیاد اسی ستون کے دوسری طرف اکڑوں بیٹھ گیا اور ستون سے ٹیک لگالی۔ اب

اس کی ہلال کی طرف پشت تھی۔

"تم میرے لیے ہمیشہ سے ایک بوجھ تھیں۔"

زیاد نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دوا کی ننھی ڈبیا نکالی۔

"ایک ایسا بوجھ جس کو میری ماں ساتھ لیے پھرتی تھی۔"

اس نے پیلی ڈبیا کو اونچا اٹھا کے دیکھا۔ شفاف پلاسٹک کے پار سفید گولیاں دکھائی دے رہی تھیں۔

"اس بوجھ کے لیے مجھے ہمیشہ راستے کلیئر کرنے پڑتے تھے۔ پاسپورٹس، ویزے، امیگریشن۔ کیسے کیسے ہم تمہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے تھے۔ اف۔"

اس نے ڈبیا کو اوپر نیچے ہلایا۔ گولیوں سے چھن چھن کی آواز آئی۔

"میں سوچتا تھا کہ تمہیں اس روز مر جانا چاہیے تھا۔ جب میں نے تمہیں چھت سے نیچے پھینکا تھا۔"

ہلال نے جواب نہیں دیا۔ وہ گردن ترچھی کیے، ہنوز کاغذ میں رنگ بھر رہی تھی۔

"لیکن تم بچ گئیں۔ تم بہت ڈھیٹ تھیں۔"

اس نے "ٹک" کی آواز کے ساتھ ڈھکن کھولا۔

"میں نے کئی موقعوں پہ تمہیں مارنے کا سوچا۔ تم میری ماں کا جنون تھیں۔ مگر میں جانتا تھا کہ جو وہ تم سے چاہتی ہیں، وہ کبھی نہیں ہو سکے گا۔"

اس نے ڈبی ہتھیلی پر انڈیلی۔ بہت سی گولیاں باہر آ گئیں۔ اس نے انگوٹھے سے تین گولیاں دبائیں، اور باقی واپس ڈبی میں گرا دیں۔

"لیکن آج پہلی دفعہ مجھے تمہارا کوئی استعمال دکھائی دیا ہے۔"

زیاد نے بنا پانی کے گولیوں کو منہ میں رکھا، پھر آنکھیں بند کر کے ان کو نگل گیا۔ پھر ہلکا سا مسکرا کے گردن موڑی۔ وہ اسی طرح رنگ بھر رہی تھی۔

"ہم اس راستے کے اختتام پہ آن پہنچے ہیں، ہلال۔ تمہاری قید ختم ہونے والی ہے۔"

وہ مسکرا رہا تھا۔

"آئی نو" اس کی آواز سرگوشی کی مانند تھی۔

"میں تمہیں مالا کے بدلے تمہارے بھائی کے حوالے کر رہا ہوں۔" وہ غور سے اس کا جھکا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

ہلال کا قلم رکا۔ لیکن چہرہ نہیں اٹھایا۔

"آئی نو" وہ دوبارہ قلم چلانے لگی۔

وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ ایک سردی لہر ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی۔ کچھ تھا اس لڑکی میں جو خوف زدہ کرتا تھا۔ اس نے اس کی ایک کلائی کو دیکھا جس میں ہتھکڑی بندھی تھی۔ پھر نگاہ اس کی کاپی تک گئی۔ زیاد نے چہرہ آگے کر کے کاغذ پہ جھانکا۔

وہ ایک لکڑی کا کمرہ بنا رہی تھی۔ ایک کونے میں ایک گھنگریالے بالوں والی ننھی لڑکی بیٹھی تھی جس کا چہرہ جھکا تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک آدمی بیٹھا تھا اس سے رخ موڑے۔ ستون کے دوسری طرف۔ آدمی کا لباس سیاہ تھا اور... اس کا چہرہ بھیڑیے کے جیسا تھا۔

زیاد نے ایک دم کاپی اس کے ہاتھ سے چھینی۔ ہلال کو جھٹکا لگا۔ ہاتھ ہوا میں اٹھا دیے۔ پنسل کی نوک اس کی انگلی پر لگ گئی۔ لیکن زیاد سلطان نے نہیں دیکھا۔ اس نے کاپی کا صفحہ پھاڑا اور اس کے دو، چار، پھر آٹھ ٹکڑے کر کے انہیں فضا میں اچھال دیا۔

"میری اسکیچ بک واپس کرو۔" وہ اس کی جانب آنکھیں اٹھا کے غرائی۔ مٹھیاں بھینچ لیں۔ چہرہ سرخ ہوا۔

زیاد سلطان اٹھا، اور اسکیچ بک دور اچھال دی۔ وہ ہال کے دوسرے کنارے پر جا گری۔

"جاؤ۔ اٹھا لو۔" اس نے طنز سے ایک نظر ہلال کی ہتھکڑی پہ ڈالی اور اس سے بندھی زنجیر پہ۔ وہ تین میٹر لمبی تھی۔ کیونکہ ٹوائلٹ دو میٹر دور تھا۔ اس سے آگے تک وہ نہیں جا سکتی تھی۔

وہ دھپ دھپ اوپر چڑھتا گیا اور وہ مٹھیاں بھینچے وہیں بیٹھی رہ گئی۔ گرم گرم آنسو گالوں پر لڑھکنے لگے۔

"یاہر بھائی۔" اس کے لبوں سے بے بس سی کراہ نکلی تھی۔

☆☆☆

چند میل دور مالا کی کافی شاپ میں کونے والی کرسی میز پر بیٹھے ماہر فرید کے سینے میں درد کی ہوک اٹھی تھی۔

وہ لیپ ٹاپ سامنے رکھے، ایئر پوڈز کانوں میں گھسائے، ہاتھ ہلاتے ہوئے اسکرین پہ نظر آتے اشخاص کو کچھ سمجھا رہا تھا۔ چند کاغذ اور گرافک ٹیب سامنے رکھا تھا۔ ماتھے پر بل تھے۔ چہرے پہ جھنجھلاہٹ تھی۔ سیاہ ہڈی پہنے، جس کی ٹوپی پیچھے کو گری تھی، بکھرے بالوں اور بڑھی شیو کے ساتھ، وہ قدرے الجھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

اور اسی وقت... وہ سینے کا درد۔ اس نے بے اختیار ہاتھ دل کے مقام پر رکھا۔ عجیب سا درد تھا۔ جس نے ایک لمحے کے لیے سب کچھ روک دیا ہو۔

"میں کچھ دیر بعد آتا ہوں۔" عجلت میں کہہ کے اس نے اسکرین فولڈ کردی۔ ضبط سے لب بھینچے، سینے کو مسلتے دائیں بائیں دیکھا۔

اس صبح کافی شاپ ویران پڑی تھی۔ گو کہ چند ایک گاہک آجا رہے تھے۔ اور کاؤنٹر پر باریستا بھی موجود تھی لیکن جب تک وہ نہیں آتی تھی، ماہر کے لیے وہ جگہ ویران ہی رہتی تھی۔

وہ کرسی دھکیل کے اٹھا اور آگے بڑھ گیا۔ مال کی راہداری عبور کر کے باتھ روم تک آیا۔ وہاں قطار میں چار پانچ سنک لگے تھے جن کے پیچھے آئینے کی دیوار تھی۔ تازہ پھولوں کی مہک۔ زرد روشنیاں۔ اس نے جھک کے چہرے پر پانی ڈالا۔ پھر سر اٹھا کے اپنا عکس دیکھا۔ وہ ٹھیک تھا۔ کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا۔ لیکن وہ درد۔ وہ ہنوز موجود تھا۔

جیسے... جیسے ہلال کو کہیں درد ہوا ہو۔ جیسے وہ اسے بلا رہی ہو۔

اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے ماہر فرید نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ کنپٹی کی رگ واضح ہونے لگی۔ وہ یہیں کہیں تھی۔ اس کے آس پاس۔ شاید اسی ملک میں۔ شاید کسی دوسرے ملک میں۔ اور اپنی تمام تر دولت اور اختیارات کے باوجود وہ ایک جادوگر کو تلاش نہیں کر سکا تھا۔

وہ واپس کافی شاپ تک آیا تو چہرے کے تاثرات مختلف تھے۔ لیپ ٹاپ کھولا اور کام کی تمام ونڈوز بند کیں۔ یہ کام... جس کی وجہ سے وہ بار بار پاکستان نہیں جا سکتا تھا۔ یہ کام جس میں وہ بار بار الجھ جاتا تھا۔ اسے اس کام سے بریک چاہیے تھا۔

کانوں میں ائر پوڈز واپس گھسائے اور ایک کال ملائی۔

ماتھے پر بل لیے، لب بھینچے، وہ اسکرین پہ جاتی گھنٹی دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ کال اٹھا لی گئی اور ایک چہرہ دکھائی دیا۔

بوائے کٹ بالوں، اور کانوں میں سانپ والے ڈائمنڈ ایئر رنگز پہنے، گہری لپ اسٹک اور سیاہ آئی شیڈو والی مسکراتی آنکھیں لیے کبیرہ سادان اس کے سامنے تھیں۔

"کیوں میرا وقت ضائع کر رہے ہو، ماہر فرید؟ میرے پاس تمہیں بتانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔"

وہ ڈریسر مرر کے سامنے فون کھڑا کیے، اس سے بات کرتے ہوئے ساتھ ساتھ جیولری اتار رہی تھیں۔ ان کے ہاں رات تھی۔ وہ غالباً ابھی کسی پارٹی سے لوٹی تھیں۔

"مجھے عالیان کو ڈھونڈنا ہے۔" وہ آگے کو جھکا۔

"جس کو میں اتنے برس سے نہیں ڈھونڈ سکی، اسے تم کیسے ڈھونڈ لو گے؟" مسکراتے ہوئے وہ بریسلیٹ کھول رہی تھیں۔ آواز میں سب کچھ تھا۔ طنز۔ ملال۔ ہوک۔

"میری طرف دیکھیے، مسز کبیرہ سادان۔"

ایئر رنگز کانوں سے نکالتے ہوئے انہوں نے

اسکرین کو دیکھا۔ وہ ہڈی کی ٹوپی پیچھے گرائے، بڑھی شیو اور ماتھے پر بکھرے بالوں والا نوجوان سنجیدہ تھا۔

"میری بہن یہیں کہیں ہے۔ میرے قریب۔ میں اسی درد سے گزر رہا ہوں جس سے آپ اتنے برس گزری ہیں۔ مجھے اس کو ڈھونڈنا ہے۔ اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے۔"

اس کی آنکھوں میں گلابی سی نمی اتر آئی تھی۔ کبیرہ نے دوسرا ایئر رنگ اتارتے ہوئے چچ کی آواز نکالی۔

"تمہاری بہن اب تک مر چکی ہوگی۔"

"عالیان زندہ ہے تو وہ کیوں مر چکی ہوگی؟"

وہ خاموش ہو گئیں۔ پھر مرسلر واٹر کے وائپس کا پیکٹ کھولا اور ایک وائپ نکالا۔

"میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟" آنکھیں بند کر کے وائپ ایک آنکھ پر رکھ دیا۔ وہ مسکارے کو گھولنے لگا۔

"آپ نے کہا تھا کہ عالیان آپ کو کسی کی دعا سے ملا تھا۔ میں اس شخص کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"میں نہیں بتا سکتی۔ کچھ باتیں راز ہی رہنی چاہئیں۔" وہ بند آنکھ پر وائپ رکھے رکھے بولیں۔

ماہر نے بہت ضبط سے پہلو بدلا۔ اس کی کہانی کے تمام کردار اس سے بہت فاصلے پر تھے۔ وہ ان کے پاس جا کے، ان کی کنپٹی پر پستول رکھ کے ان سے اپنی مرضی کا جواب نہیں اگلوا سکتا تھا۔

"پلیز۔ مسز کبیرہ۔" اس نے آواز کو بدقت نرم رکھا۔ "زندگی میں کبھی آپ کو بھی مجھ سے کام پڑ سکتا ہے۔ میں ماہر فرید ہوں۔ میں احسان کرنے والوں کو بھولا نہیں کرتا۔"

انہوں نے دھیرے سے وائپ ہٹایا۔ آنکھ مسکارے اور آئی شیڈو سے صاف تھی اور وائپ سیاہ پڑ چکا تھا۔ دوسری آنکھ ویسی ہی تھی۔ وہ مختلف آنکھیں ایک ساتھ عجیب سی لگ رہی تھیں۔

"ہماری ایک رشتے دار تھی۔ ایک غریب رشتے دار۔ وہ ایک زمانے میں کسی کی نوکرانی ہوا کرتی تھی۔" اب وہ دوسری آنکھ پر نیا وائپ رکھ کے دبائے ہوئے تھیں۔

"وہ ایک پیر صاحب کی مریدنی تھی۔ میں نے ان پیر صاحب کے پاس جا کے دعا کروائی تھی کہ میری شادی سادان سے ہو جائے۔ لیکن وہ جادوگر نہ تھا۔ نیک آدمی تھا۔"

"وہ کون تھا؟ کہاں رہتا تھا؟ نام کیا تھا اس کا؟" وہ بنا سانس لیے پوچھتا گیا۔

ان کی دونوں آنکھیں صاف ہو چکی تھیں اور اب وہ مرسلر واٹر چہرے پر ٹپکاتے ہوئے باقی سنگھار کو اتار رہی تھیں۔

"لوگ اس کو سرکار کہتے تھے۔"

وہ جہاں تھا سناٹے میں رہ گیا۔ ایک لمحے کے لیے ساری شاپ، سارا مال خاموش ہو گیا۔

"سرکار..." وہ بڑبڑایا۔ سینے میں اٹکی سانس بحال ہوئی۔

"وہ اس وقت کہاں ہوگا؟"

"وہ مر چکا ہے۔ کئی برس پہلے۔ عالیان کے پیدا ہونے سے بھی پہلے۔"

"مر چکا ہے؟" اس کے کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔ آنکھوں میں بے چینی اتری۔

"اوہ ماہر فرید..." کبیرہ بیگم ترس سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرائیں۔ اب ان کا چہرہ میک اپ سے عاری تھا۔ "میں نے بہت لوگوں پہ جادو کروائے ہیں۔ اور مجھے اس پہ کوئی شرمندگی نہیں۔ میں نے طلاقیں بھی کروائی ہیں اور رشتے بھی۔ لیکن وہ آدمی اللہ کا نیک بزرگ تھا۔ اس نے عمل یا جادو نہیں کیا تھا۔ اس نے میرے لیے دعا کی تھی۔"

"دعا کے پیسے دیے تھے آپ نے؟"

کبیرہ بیگم کی مسکراہٹ گھٹی۔ "ہاں۔ وہ تو ہدیہ ہوتا ہے۔ دینا ہی ہوتا ہے۔ لیکن انہوں نے مانگا نہیں تھا۔"

"پھر آپ کو کیسے معلوم کہ اس نے دعا ہی کی تھی

"یا کچھ اور؟"

"وہ... وہ نیک بزرگ تھے اور...."

"کسی کا دل اندر سے چیر کے دیکھا ہے آپ نے کبیرہ بیگم؟"

وہ ایک لمحے کے لیے کچھ بول نہ سکیں۔

"وہ کہاں رہتا تھا؟ اس کے آستانے پر اب کوئی تو ہوگا۔ اس کی گدی کسی نے سنبھالی ہوگی۔ کوئی شاگرد۔ کوئی مرید۔ جس نے اس کا نام اپنا لیا ہوگا۔"

"میں نہیں جانتی۔ میں کبھی دوبارہ وہاں نہیں گئی۔" انہوں نے شانے اچکا دیے۔ اب وہ انگوٹھیاں ایک ایک کر کے اتار رہی تھیں۔

"وہ رشتے دار جس کے ذریعے آپ اس تک گئی تھیں... وہ کون تھی؟"

"یہ میں نہیں بتا سکتی۔ نہ بتاؤں گی۔ وہ نیک لوگ ہیں۔ اور مجھے نیک لوگوں سے ڈر لگتا ہے۔" پھر مسکرا کے چار انگلیاں ہلا دیں۔ "بائے بائے۔" اور اسکرین سیاہ ہوگئی۔

اس نے اف کہہ کے مٹھی بھینچ لی۔ سینے کا درد اب عنقا ہو چکا تھا۔ لیکن بے بسی بڑھ گئی تھی۔

لیپ ٹاپ کی اسکرین فولڈ کی تو سامنے دیوار پر لگے شیلف میں موجود شیلڈن دکھائی دیا۔ سفید گملے کے نیچے سے کچھ جھانک رہا تھا۔ وہ چونکا۔ پھر تیزی سے اٹھ کے اس طرف آیا۔ دو انگلیوں سے گملے کے نیچے رکھا نوٹ نکالا۔

مالا کی لکھائی میں تحریر تھا۔

"کیا سارے شہر کی کافی شاپس ختم ہوگئی ہیں جو تم روز یہاں چلے آتے ہو؟"

وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔ تنے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ جیب سے قلم نکال کے اس کاغذ کی پشت پر کچھ لکھا اور اسے گملے تلے رکھ دیا۔

چند منٹ گزرے تھے کہ مخصوص قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ اس کے آنے سے پہلے باخبر ہو جایا کرتا تھا کہ وہ آ رہی ہے۔ وہ سر جھکائے واپس کام کرتا رہا۔ یہاں تک کہ چاپ قریب آ گئی۔ ساتھ ہی اس کا گڈ مارننگ سنائی دیا۔ وہ اس سے نہیں کہہ رہی تھی۔ وہ اندر آتے ساتھ ہی سب کو گڈ مارننگ کہا کرتی تھی۔ ماہر نے نگاہ اٹھا کے دیکھا۔ ایپرن ایک بازو پر دوہرا کر کے ڈالے، وہ مسکرا کے سب کا حال احوال پوچھتی کاؤنٹر تک آ رہی تھی۔ بالوں کو فرنچ چوٹی میں باندھے، وہ تازہ دم لگ رہی تھی۔ اس کی میز کے قریب لمحے بھر کو رکی۔ آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔ سوالیہ ابرو اٹھایا جیسے وہی پوچھ رہی ہو جو نوٹ پر تحریر تھا۔

ماہر فرید نے بیٹھے بیٹھے شانے اچکا دیے اور ابرو سے اپنے کافی کے خالی کپ کی طرف اشارہ کیا۔ مالا نے افسوس سے سر دائیں بائیں ہلایا اور کاؤنٹر کی طرف چلی گئی۔

وہ اپنی چیزیں رکھ چکی اور ایپرن اور کیپ پہن چکی تو وہ اٹھ کے کاؤنٹر تک آیا۔ دونوں کہنیاں سیاہ ماربل ٹاپ پر رکھے، آگے کو جھکے، سادگی سے اپنا آرڈر دہرایا۔

"ایک ڈارک روسٹ۔ میڈیم۔ ون ملک۔ نو شوگر۔"

سر جھکائے، دراز میں کچھ سیٹ کرتی مالا نے آنکھیں اٹھا کے اسے گھورا۔ پھر سر جھٹک کے کی بورڈ پر انگلیاں چلانے لگی۔

"میں نے تمہاری ویڈیو دیکھی۔ اچھی تھی۔"

سر جھکائے اس نے مسکراہٹ ضبط کی۔

"ویڈیو کے نیچے کمنٹس نہیں دیکھے؟ وہ اچھے نہیں تھے۔"

وہ سارا راستہ ان کو پڑھتی آئی تھی۔ گالیاں۔ بددعائیں۔ صلواتیں۔ لوگوں نے اسے بری طرح سے رگڑ دیا تھا جیسے۔ وہ اس فوٹو گرافر کو جو عورتوں کی ذہنی صحت کے ساتھ کھیل رہی تھی، ہر بری بات کہہ چکے تھے جو ڈکشنری میں موجود تھی۔

"کمنٹس سے کیا ہوتا ہے؟ کمنٹ کرنے والے فارغ لوگ ہوتے ہیں جن میں اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ وہ سامنے آ کے یہی بات کہہ سکیں۔"

"کارڈ یا کیش؟" اس نے نگاہ اٹھا کے پوچھا۔ وہ سنجیدہ لگ رہی تھی۔

"کارڈ۔ اور وہ جھوٹ بول رہا ہے۔" والٹ سے کارڈ نکال کے سامنے کیا۔ "وہ ہلال کو کبھی نہیں چھوڑے گا۔ تمہارے لیے بھی نہیں۔"

مالا نے خاموشی سے کارڈ مشین اس کے سامنے کر دی۔ ماہر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کارڈ اس پر رکھا۔ ٹوں کی آواز آئی۔

"پلیز مالا۔ اس پر بھروسہ کر کے اس سے کوئی ڈیل مت کرنا۔ اغوا کیے بچے کو کوئی نہیں چھوڑتا۔"

"تمہیں رسید چاہیے؟" بے تاثر آنکھوں کے ساتھ پوچھا۔ ماہر فرید کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"نہیں۔ مجھے انوائرمنٹ کا بہت احساس ہے۔" اسے غصہ آ رہا تھا۔

مالا نے شانے اچکا دیے۔ اور رسید پرنٹ کیے بنا کاؤنٹر پر آگے کی طرف چلتی گئی جہاں کافی بنانے کی مشینیں، بلینڈرز اور جگ وغیرہ پڑے تھے۔ دوسری باریستا پیچھے شیلف میں رکھی چیزیں درست کر رہی تھی۔ ماہر کی کافی اسے ہی بنانی تھی۔

"تم ہلال کے لیے اپنی زندگی کا سودا نہیں کر سکتیں۔" وہ بھی کاؤنٹر پر اسی طرف چلا آیا جہاں وہ کھڑی تھی۔ ان کے درمیان اب بھی مشینوں، اور سیرپ کی بوتلوں کی باڑ تھی۔

"تم پھر مجھے بتا رہے ہو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں۔" مالا نے پلاسٹک کپ ایک مشین کے نیچے کیا اور بٹن دبایا۔ گرم بھوری دھار اندر گرنے لگی۔

"کیونکہ وہ تمہیں مار دے گا۔"

ساری دنیا ایک لمحے کے لیے جیسے ساکن ہوگئی۔ وہ ماہر کی طرف پشت کر کے کھڑی مشین سے کافی نکال رہی تھی۔ وہ اس کے ہاتھ دیکھ سکتا تھا۔ وہ کپکپائے تھے۔

"وہ مجھے کبھی نہیں مارے گا۔" اگلے ہی لمحے وہ اسی سکون سے مڑی اور چہرہ جھکائے اس کا کپ اپنے سامنے رکھا۔

"وہ آدمی ایک ذہنی مریض ہے، مالا! جس دن اسے موقع ملا، وہ تمہیں مار دے گا۔" اس کے لہجے میں اب فکرمندی تھی۔

کریم ڈالتے اس کے ہاتھ پھر سے لرزے۔ لیکن اس نے ٹھک سے ڈھکن بند کیا، اور آواز کے ساتھ کپ اس کے سامنے رکھا۔

"ون ڈارک روسٹ۔ ون کریم۔ نو شوگر۔" وہ اب اسے دبے دبے غصے سے دیکھ رہی تھی۔ چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا، ایک جا رہا تھا۔

"وہ... تمہیں... مار دے گا۔" کپ اٹھاتے ہوئے ماہر نے اس کی آنکھوں میں جھانک کے کہا تھا۔

وہ پلٹ گئی۔ اور کوئی ایسا کام کرنے لگی جو اس وقت ضروری نہیں تھا۔

وہ واپس اپنی میز پہ آن بیٹھا اور لیپ ٹاپ کھول دیا۔ ذہن البتہ وہیں الجھا تھا۔

وہ کن اکھیوں سے دیکھ سکتا تھا کہ وہ اپنی جگہ پر آ کے کھڑی ہوئی تھی۔ پھر کچھ سوچ کے فون نکال کے کسی کو کال ملانے لگی۔ پھر جھنجھلا کے فون کان سے ہٹایا اور دائیں بائیں دیکھا۔ چند لمحے تذبذب سے کھڑی رہی۔ پھر کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کے اس کی طرف آئی۔

"اپنا فون دو۔" رکھائی سے کہتے ہوئے ہاتھ بڑھایا۔

ماہر فرید نے بہت حیرت سے چہرہ اٹھایا۔

"کشمالہ بیبن کو میری مدد کی ضرورت ہے؟"

"پیکج ختم ہو گیا ہے میرا۔ ماہی کو کال کرنی ہے ضروری ہے۔"

اس نے مسکرا کے موبائل اَن لاک کیا اور اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ وہ اسے انہی نظروں سے گھورتی ہوئی فون لیے کاؤنٹر کی طرف چلی گئی۔ وہ اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا لیکن وہ دیکھ سکتا تھا کہ وہ بار بار ایک نمبر ملا رہی ہے۔ لیکن شاید رابطہ نہیں ہو سکا۔ چند لمحے بعد اس نے فون واپس اس کی میز پر رکھا۔

"ہمیشہ کی طرح ماہر فرید کے ہونے کا مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔" اسی لہجے میں کہہ کے وہ مڑنے لگی تھی جب وہ بول اٹھا۔

"وہ ہلال کو کبھی زندہ واپس نہیں کرے گا۔"

وہ ٹھہر کے اسے دیکھنے لگی۔

وہ کرسی دھکیل کے اٹھ رہا تھا۔

"کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جس لمحے ہلال مجھے ملا..." سر جھکائے ساتھ ساتھ اپنی چیزیں سمیٹنے لگا۔ "میں پولیس کے پاس جاؤں گا۔ میں ہلال سے ہر اس شخص کی شناخت کرواؤں گا جو اس جرم میں ملوث تھا۔ اور میں ہر اس شخص کو جیل میں بھیجوں گا، مالا۔" اس نے تمام چیزیں بیگ پیک میں رکھیں۔ اسے کندھوں پر پہنا۔ اور کافی کا گرم کپ ہاتھ میں اٹھایا۔ پھر اس کو دیکھا جو سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی۔

"وہ ابھی تک اپنے جرائم کا کوئی نشان چھوڑے بغیر زندگی گزارتا آرہا ہے۔ وہ کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جس کی سزا اسے جیل کی صورت میں ملے۔ وہ اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لے گا۔ تمہیں دوبارہ حاصل کرنے کے لیے بھی نہیں۔" سنجیدگی سے کہہ کے، کافی کپ لیے وہ آگے بڑھ گیا۔

وہ واپس کاؤنٹر کی طرف بڑھی، لیکن ٹھہر گئی۔ کچھ سوچ کے شیلف میں رکھے شیلڈن تک آئی۔ گملے کے نیچے سے نوٹ نکالا۔

ایک طرف اس کا اپنا پیغام تحریر تھا۔

"کیا سارے شہر کی کافی شاپس ختم ہو گئی ہیں جو تم روز یہاں چلے آتے ہو؟"

مالا نے نوٹ پلٹایا۔ پشت پر لکھا تھا۔

"حالانکہ تم ہمیشہ میری ڈارک روسٹ میں دو شوگر ایکسٹرا ڈالتی ہو۔"

وہ مسکرا دی۔ اور کندھے اچکا کے نوٹ مروڑ کے ایپرن کی جیب میں ڈال دیا۔

مال کی راہداری میں آگے بڑھتے ماہر فرید نے کافی کپ سے گھونٹ بھرا۔ اف۔ وہ میٹھی تھی۔ ہمیشہ کی طرح۔ افسوس سے سر جھٹک کے کپ کو قریب رکھے ٹریش کین میں اچھالا اور ابھی آگے بڑھا ہی تھا کہ موبائل بجنے لگا۔

شاید مالا ہی کر رہی تھی۔ اس نے مسڈ کال اب دیکھی ہو گی۔ لیکن موبائل نکالا تو مالک کا نام جگمگا رہا تھا۔

"کچھ معلوم ہوا؟" اس نے تیزی سے موبائل کان سے لگایا۔

"ہاں۔ زیاد کی ماں کس ہسپتال میں ہے، یہ معلوم ہو گیا ہے۔"

بالآخر اس کے لبوں پر گہری مسکراہٹ اتر آئی۔ اسے معلوم تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

☆☆☆

زیاد کی ماں کے ہسپتال جانے سے قبل وہ اپارٹمنٹ واپس آیا تھا۔ لباس تبدیل کیا۔ سیاہ پینٹ کے ساتھ ہم رنگ ڈریس شرٹ پہنی۔ اوپر سیاہ کوٹ۔ بال جیل لگا کے سمیٹے۔ اب وہ اس انٹرپیروئیو کی بجائے جو کافی شاپ سے کام کرتا تھا، ایک ایسا شخص لگ رہا تھا جو ہسپتال کسی مریض کی عیادت کے لیے جا رہا تھا۔ پھول اس نے راستے سے لے لیے تھے۔ اور نگینہ سلطان کا روم نمبر اس کو ریسپشن سے باآسانی معلوم ہو گیا تھا۔

وہ ایک سفید اور روشن کاریڈور تھا۔ وہاں پرائیوٹ رومز تھے۔ اس نے استعجاب سے دائیں بائیں دیکھا۔ یہ کافی مہنگا ہسپتال تھا۔ زیاد کے پاس اتنا پیسہ تھا کیا؟ انٹرسٹنگ۔

ایک کمرے کے سامنے رک کے اس نے دستک دی۔

"یس؟" نسوانی آواز سنائی دی۔

اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ وہ عام دھاتی ہینڈلز کی نسبت گرم تھا۔ یا شاید اسے محسوس ہوا تھا۔

ہینڈل گھمایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔

بستر پر ایک نالیوں میں جکڑی بوڑھی عورت آنکھیں موندے سو رہی تھی۔ آکسیجن ماسک۔

نالیاں۔ مشینوں کی بپ بپ۔ سامنے کاؤچ پر ایک دوسری عورت بیٹھی تھی۔ موٹی چوٹی۔ سادہ شلوار قمیص۔ بھرے بھرے جسم والی۔ سانولی رنگت۔ کالی آنکھیں۔ گھنے ابرو۔ اس نے عام سے انداز میں نگاہ اٹھا کے چوکھٹ میں کھڑے ماہر فرید کو دیکھا۔

اور اگلے ہی لمحے وہ کرنٹ کھا کے اٹھی۔

"ج... جی؟" اس کی رنگت اتنی تیزی سے بدلی جتنی تیزی سے برف باری بھی سبزہ زار کو سفید نہیں کرتی۔ ہونٹ کھل گئے۔ پلکیں جھپکنا بھول گئیں۔

چوکھٹ میں کھڑے ماہر فرید کے چہرے پر ایک معذرت خواہانہ سا تاثر ابھرا۔

"آپ نگینہ سلطان کی کیئر ٹیکر ہیں غالباً؟" وہ اردو میں پوچھ رہا تھا۔ مہذب۔ شائستہ۔

اندرانی نے بنا پلکیں جھپکائے اثبات میں سر ہلایا۔

"کیسی ہیں مسز سلطان؟" ماہر نے ایک افسوس بھری نگاہ ان پر ڈالی۔ اندرانی نے اس کی نگاہ کا تعاقب کیا۔ وہ سیدھی لیٹی تھیں۔ آنکھیں بند تھیں۔ دونوں بازو گاؤن سے باہر تھے۔ جو رخ ماہر کی طرف تھا، وہ بازو صاف تھا۔ قابیل کا نشان دوسری طرف تھا۔ اندرانی بوجھل قدموں سے چلتی تیزی سے دوسری طرف آن ٹھہری۔

"ٹھیک ہیں۔" لحاف ٹھیک کرتے ہوئے جھکی اور ان کے بازو کو ڈھانک دیا۔ نشان چھپ گیا۔

"سوری میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔ مجھے..." وہ کھنکھارا۔ "زیاد سے ملنا ہے۔" وہ اس نشان کو نہیں دیکھ سکا تھا۔ وہ اندرانی کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا جو وہ جھکائے ہوئے تھی۔ جیسے اس سے نگاہیں چرا رہی ہو۔

"وہ... یہاں نہیں ہے۔"

"وہ کب آئے گا؟"

"پپ... پتا نہیں۔" اندرانی کو ٹھنڈے پسینے آرہے تھے۔ لحاف درست کر کے وہ ایک کونے میں جا کھڑی ہوئی۔ ڈرتے ڈرتے ماہر کی طرف نگاہ اٹھائی۔ وہ پتلیاں سکوڑے غور سے اس کو دیکھ رہا تھا۔

"زیاد کو کال کروا سے کہو کوئی اس سے ملنا چاہتا ہے۔" اس کے لہجے میں تحکم در آیا۔

"او کے۔ او کے۔" اس نے تیزی سے سر ہلایا۔ پھر موبائل نکالا۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ کچھ تھا اس کے انداز میں جو وہ کھٹکا۔ وہ اتنی پریشان کیوں تھی؟ اور شاید خوف زدہ بھی۔

موبائل کان سے لگاتے ہوئے وہ انہی ہراساں نظروں سے ماہر کو دیکھے گئی۔ اسپیکر آن تھا۔ دوسری طرف وائس میل کا میسج سنائی دینے لگا۔ جیسے ہی ٹون بجی۔ وہ میسج ریکارڈ کرنے لگی۔

"زیاد... زیاد صاحب... ہسپتال آجائیں۔" تھوک نگلا۔ "ماہر فرید آپ سے ملنے آیا ہے۔"

ماہر نے تعجب سے ابرو اٹھایا۔ وہ اس کا نام جانتی تھی۔ وہ اس کو جانتی تھی۔

"میں نے پیغام ریکارڈ کروا دیا ہے۔ اب آپ جائیں۔ پلیز۔" وہ اسی گھبراہٹ سے کہہ رہی تھی۔ "مریض ڈسٹرب ہو رہی ہیں۔"

"میں کہیں نہیں جا رہا، بی بی۔ میں باہر بیٹھا ہوں۔ زیاد کو ہر چند منٹ بعد کال کرواور اسے بتاؤ کہ میں اس کا انتظار کر رہا ہوں۔ بلکہ..." موبائل نکال کے اسکرین روشن کی۔ "مجھے اس کا نمبر لکھواؤ۔"

وہ اٹک اٹک کے نمبر بتانے لگی۔ نمبر محفوظ کر کے اس نے کال کا بٹن دبایا۔ وہی وائس میل۔

باہر نکلنے سے پہلے ماہر نے ایک گہری نگاہ اس پر ڈالی اور پھر اس کمرے کو گردن گھما کے دیکھا۔ دائیں بائیں۔ اوپر نیچے۔ کچھ تھا اس کمرے کی فضا میں۔ کچھ تھا جو... اس نے سر جھٹکا۔ زیاد سلطان جادو میں ملوث تھا۔ اس کے اثرات یقیناً اس کے گھر والوں تک آئے ہوں گے۔

وہ باہر نکل گیا۔ اندرانی خوف سے اسے جاتے دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

وہ آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔
کمرے میں مدھم روشنی تھی۔ اس کا چہرہ نیم تاریک سا دکھائی دے رہا تھا۔ باہر اس سے زیادہ تاریکی تھی۔ ایک خاموش پُراسرار رات۔

مالا نے ایک نظر اپنے لباس کو دیکھا۔ نیلا اور سبز ٹائی اینڈ ڈائی لمبا فراک نما میکسی۔ کلائی سے آستین تنگ تھے اور ان پر گول گول بٹن لگے تھے۔ گردن میں فاختہ والا نیکلس تھا۔ بال اونچی پونی میں باندھے تھے۔ کانوں میں ٹاپس پہنے۔ ہلکا میک اپ کیے۔ وہ اب ہونٹوں پر لپ اسٹک لگا رہی تھی۔ پھر پونی کو ہاتھ میں پکڑ کے ہاتھ نیچے تک لائی۔ اسے چھوڑ دیا۔ وہ دائیں بائیں جھول کے ساکت ہوگئی۔

مالا نے سینے پر ہاتھ رکھا۔ دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔

کیا وہ درست کرنے جا رہی تھی؟

کیا اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ تھا؟

اپنا عکس دیکھتے ہوئے اس نے تھوک نگلا۔ پھر پرس کا اسٹریپ کندھے پر پہنا۔ ہاتھوں میں لرزش تھی۔

پھر وہ اپنے بیڈ تک آئی۔ تمام چیزوں کی ترتیب جوڑی۔ موبائل پرس میں رکھا۔ ایک کیبن سائز ٹرالی بیگ کا ہینڈل پکڑا اور اسے اپنے ساتھ چلاتے ہوئے باہر نکلی۔

باہر ٹھنڈی ہوا تھی۔ اس کے بال پیچھے کو اڑنے لگے۔ دور پارکنگ ایریا میں وہ ایک سیاہ کار دیکھ سکتی تھی۔ وہ اس سے ٹیک لگائے زیاد سلطان کو بھی دیکھ سکتی تھی۔ اس نے سوچا تھا اب اسے اس شخص سے ڈر نہیں لگتا۔ لیکن وہ غلط تھی۔ اسے ڈر لگتا تھا۔ اسے ڈر لگ رہا تھا۔

وہ جو کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ رہا تھا، اسے دیکھ کے سیدھا ہوا۔ وہ قدم قدم چلتی اس کے سامنے آ رکی۔ بیگ کے ٹائرز کی زمین پر رگڑنے کی آواز بھی رک گئی۔

تاریک رات میں وہ دونوں چند لمحے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

"تم واقعی آگئیں۔" وہ جیسے بے یقین تھا۔

"میں نے اپنے حصے کا وعدہ پورا کیا ہے، زیاد۔ اب تم اپنے حصے کا کرو۔" وہ سنجیدہ تھی کیا۔ پونی دائیں بائیں جھول رہی تھی اور آنکھیں بے تاثر تھیں۔

زیاد نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں تمہیں ہلال کے پاس لے جانے کے لیے تیار ہوں۔ کیا تم میرے اوپر بھروسہ کر کے میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو؟"

اس نے سر کو ہاں میں جنبش دی۔ بہت سا تھوک نگلا۔

"اور اس کے بعد، کشمالہ؟" وہ امید اور خوف کے درمیان اسے دیکھ رہا تھا۔

"وہی جو میں نے کہا تھا۔ تم ہلال کو ماہر کے اپارٹمنٹ کے باہر چھوڑ آؤ گے۔ میں پاسپورٹ ساتھ لائی ہوں۔ ہم دونوں اگلی فلائٹ سے یہاں سے پاکستان چلے جائیں گے۔ اور..." تھوک نگلا۔ "میں خلع کا کیس واپس لے لوں گی۔"

وہ چند لمحے آنکھوں کی پتلیاں سکوڑے اسے دیکھتا رہا۔ پھر بازو بڑھایا۔

"تمہارا فون۔"

مالا کے ابرو اکٹھے ہوئے۔

"میرا فون کیوں؟" دل بری طرح دھڑکا۔

"تمہارا فون ہمارے ساتھ نہیں جا سکتا۔ کہا نا، تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا ہوگا۔" وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔ البتہ اس کی آنکھیں اس کی آنکھوں سے ہٹ نہیں رہی تھیں۔

ایک سنسنی خیز لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی۔ لیکن اس نے پرس سے فون نکالا اور زیاد کی طرف بڑھایا۔ زیاد نے فون پاور آف کیا اور اگلے ہی لمحے اسے قریب رکھے ٹریش کین میں اچھال دیا۔ اس کا منہ کھل گیا۔

"زیاد... یہ میرا فون تھا۔"

"میں تمہیں نیا لے دوں گا۔ تمہارا ڈیٹا ہمیشہ کلاؤڈ سے بیک اپ ہوتا ہے۔" پھر اس نے غور سے مالا کو دیکھا۔ "اگر تمہیں میرے اوپر بھروسہ نہیں ہے تو ہمیں ڈیل کرنے کی ضرورت..."

"ٹھیک ہے۔ چلو۔" وہ کار کے دروازے کی طرف بڑھی۔ ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو وہ کپکپا رہا تھا۔

"تم خوف زدہ ہو، مجھ سے؟ اس آدمی سے جو تم سے محبت کرتا ہے؟" وہ دھیرے سے بولا۔ اس کی آواز زخمی تھی۔ "لیکن تم ماہر کے لیے اتنا بڑا خطرہ مول لینے کو تیار ہو۔"

مالا نے گہری سانس لی اور پلٹ کے اسے دیکھا۔

"میں اس کو اتنا ہی ناپسند کرتی ہوں جتنا تمہیں۔ تم دونوں دھوکے باز ہو۔ میں یہ صرف ہلال کے لیے کر رہی ہوں۔"

زیاد کو شاید ان الفاظ کی توقع نہ تھی۔ اس کا چہرہ تاریک ہوگیا۔

"میں تمہارے ساتھ واپس جا رہی ہوں۔ اس لیے نہیں کہ میں تم سے محبت کروں گی، زیاد۔ بلکہ جیسے تمہاری ماں نے تمہارے باپ کو اپنے ساتھ باندھ کے رکھا ہے، ویسے ہی میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گی۔ اور تمہارے باپ کی طرح میرے دل میں بھی تمہاری نفرت بڑھتی جائے گی، زیاد۔ کوئی بھی چیز اس نفرت کو کم نہیں کر سکے گی۔ تم تیار ہو اس کے لیے؟"

زیاد نے ایک اچٹتی نظر اس پر ڈالی اور ڈرائیونگ ڈور کی طرف بڑھ گیا۔

کار میں بیٹھنے سے پہلے کشمالہ بین پلٹی اور اپنے پیچھے دیکھا۔ اپارٹمنٹ بلڈنگ سامنے کھڑی تھی۔ وہ ابھی بھی بھاگ کے اندر جا سکتی تھی۔ وہ پولیس کو بلا سکتی تھی۔ لیکن نہیں۔ ہلال کو اس آدمی کی قید سے نکالنے کا ایک ہی طریقہ تھا۔

وہ کار میں بیٹھی اور دروازہ بند کر دیا۔

ایسے لگا جیسے زندگی کا ایک در بند ہو گیا ہو۔

اس نے سیٹ بیلٹ پہنی۔ عجیب گھٹن سی محسوس ہوئی۔

سامنے سڑک تاریک تھی۔

ساری دنیا سو رہی تھی۔

زیاد نے کار کی ہیڈ لائٹس روشن کیں۔ اور اسے سڑک پر ڈال دیا۔

مالا نے دونوں ہاتھ باہم پھنسائے گود میں رکھ لیے۔ وہ ابھی تک کپکپا رہے تھے۔

☆☆☆

ہسپتال کے کاریڈور میں بنا دروازہ کھلا اور اندرانی ثمینہ بیگم کے کمرے سے باہر آتی دکھائی دی۔ اگلے ہی لمحے وہ دھک سے رہ گئی۔

ماہر فرید سامنے بیٹھا تھا۔ خالی کرسیوں کے عین درمیان میں۔ ٹانگ پر ٹانگ جمائے، وہ بہت فرصت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ہاتھ میں ایک چھوٹی سی نیلے دانوں والی تسبیح تھی۔ اسے دیکھتے ہی اس نے وہ جیب میں ڈال دی۔

"آپ... ابھی یہیں ہیں؟" اندرانی کا چہرہ سفید پڑا۔

"زیاد کب آ رہا ہے؟" وہ غور سے اس کو دیکھ رہا تھا۔

دور کہیں... جیسے کسی کنویں سے... وہ سرگوشیاں اٹھتی سنائی دینے لگیں۔ وہ اس کے آس پاس تھے۔ وہ بھنبھنا رہے تھے۔ وہ اس بھنبھناہٹ کو پہچانتا تھا۔ ہلکا سا سر جھٹکا۔ اسے ان کو نظر انداز کرنا تھا۔

"وہ نہیں آئیں گے۔ ان کا نمبر آف جا رہا ہے۔"

وہ دروازے پہ کھڑی تھی۔ سفید قمیض اور چوڑی دار پاجامہ۔ سیاہ سفید سیاہ بالوں کی چوٹی۔ انگلیاں مروڑتی۔ کالی بڑی بڑی آنکھیں جن میں عجیب سا ہراس تھا۔

"تم میرا نام کیسے جانتی ہو؟" وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور قدم قدم چلتا اس کے قریب آیا۔

"میں... وہ... سنا تھا کہیں۔" اندرانی پلک نہیں جھپک پا رہی تھی۔ وہ قریب آیا تو وہ دو قدم پیچھے ہٹی

گئی۔ نگاہیں ماہر فرید کے چہرے پہ جمی تھیں۔
"کیا نام ہے تمہارا؟"
"اندرانی۔" اس نے نامحسوس انداز میں بائیں کہنی سے اوپر دایاں ہاتھ رکھ لیا۔
"کب سے ہو زیاد کی ماں کے ساتھ؟" وہ اس کے عین سر پہ پہنچ چکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں دیکھتی اندرانی کا اگلا سانس دوبھر ہو گیا۔
"بہت ... بہت برس ہو گئے۔ مجھے جانا ہے جی۔" وہ دھیرے دھیرے بازو مسل رہی تھی۔ اسے درد ہو رہا تھا۔ جیسے اس کی روح حلق میں اٹکی تھی۔
"زیاد سے کہو، مجھ سے بات کرے۔ ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔" ابرو اٹھا کے تنبیہ کی۔ اندرانی نے جلدی سے سر اثبات میں ہلایا۔ اب وہ زور سے بازو مسل رہی تھی۔ وہ پیچھے ہٹ گیا۔ دو قدم۔ تین قدم۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جیسے جیسے پیچھے جا رہا تھا، اندرانی کا بازو سہلاتا ہاتھ ڈھیلا پڑ رہا تھا۔ شاید اس کا درد کم ہو رہا تھا۔ پھر اس کا جیسے سانس بحال ہونے لگا۔ وہ تیزی سے واپس اندر غائب ہو گئی۔
"مالک... مجھے ایک معلومات چاہیے۔" وہ موبائل کان سے لگائے پارکنگ لاٹ کی طرف جا رہا تھا۔
"تمہیں اندازہ ہے اس وقت یہاں کیا بجا ہے؟" مالک فرید کی غراتی آواز سنائی دی۔
"اندرانی... تمینہ سلطان کی ملازمہ۔" اس کی غراہٹ نظر انداز کر کے وہ کہہ رہا تھا۔ "یہ کون ہے؟ تم مجھے معلوم کر کے دو کہ تمینہ سلطان کے ساتھ کس نے لاہور سے وین کوور کا سفر کیا ہے۔ اس کا پاسپورٹ چاہیے مجھے۔ تاکہ ہم اس کے بارے میں مزید جان سکیں۔" کار میں بیٹھتے ہوئے اس نے کال کاٹ دی۔ پھر سیٹ بیلٹ پہنی اور چند لمحے وہیں بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔
مالا... اسے مالا سے پوچھنا چاہیے تھا۔ وہ اس گھر کی بہو رہی تھی۔ وہ جانتی ہوگی کہ یہ بنگالی عورت کون تھی۔ کہیں وہ کسی جادو وغیرہ کے معاملات میں ملوث تو نہیں؟ زیاد کی ماں ایک بیمار اور بے ضرر عورت تھی لیکن یہ اندرانی... کچھ تھا اس کے بارے میں۔ کچھ غلط تھا۔
مالا کا نمبر بند جا رہا تھا۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ اس وقت مال بند نہیں ہوا ہوگا۔ وہ شاپ پہ ہوگی۔
کافی شاپ میں داخل ہوتے ہی اس کی آنکھیں اس شناسا چہرے کی تلاش میں کاؤنٹر تک دوڑیں۔ دائیں بائیں۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ کان میں بالی پہنے فربہ سا باریستا وہیں کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کے شناسائی سے مسکرایا تک نہیں۔ وہ تیزی سے کاؤنٹر تک آیا۔
"مالا کہاں ہے؟"
"وہ تو دوپہر میں چلی گئی تھی۔ ایک دم سے کام چھوڑ کے۔ ابھی اس کی جگہ میں شفٹ کر رہا ہوں۔ کیونکہ مادام کا فون آف ہے۔" اس کا موڈ خراب تھا۔ غصے سے بتایا اور زور سے بلینڈر کا بٹن دبا دیا۔ زوں زوں اتنی اونچی ہوئی کہ وہ اگلا سوال نہیں پوچھ سکا۔
مالا کا نمبر ملاتے ہوئے وہ اپنی مخصوص کرسی تک آیا۔ چہرے پر الجھن تھی۔ مالا کا نمبر مسلسل آف جا رہا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں رہتی تھی۔ بلڈنگ معلوم تھی۔ اپارٹمنٹ نمبر نہیں۔ لیکن ایک شخص کو معلوم ہوگا۔
"ماہر بے... لانگ ٹائم۔" ماہی کی کھنکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ کچھ کہنے لگا لیکن پھر ارادہ بدل دیا۔
"میں تم سے کیچ اپ بعد میں کروں گا۔ مالا کہاں ہے؟"
"مال میں ہوگی۔" ماہی کے پیچھے بچے کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ وہ مصروف لگ رہی تھی۔ اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ وہ ٹھیک ہوگی۔ وہ یقیناً ٹھیک ہوگی۔ وہ ایسے ہی پریشان ہو رہا تھا۔
"کبھی آپ ہمارے پاس چلی دیک آئیں

نا۔" وہ اسے اپنے گھر مدعو کر رہی تھی۔ وہ کچھ اور بھی کہہ رہی تھی، بچے کے رونے کی آواز کے باعث وہ سن نہیں پا رہا تھا۔ اور تب ہی کچھ تھا جو اس کی آنکھ میں کھٹکا۔
شیلڈن کے سفید گملے تلے رکھا ایک نوٹ کا کنارہ۔
"ماہی... میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں۔" وہ فون نیچے کرتے ہوئے تیزی سے اس طرف آیا۔ ایک سرخ بتی جلنے بجھنے لگی تھی۔
اس نے گملا ہٹایا۔
ایک نیا نکور نوٹ اس کے نیچے چپکا تھا۔
ماہر نے نوٹ نکال کے روشنی کی طرف اٹھایا۔
وہاں دو الفاظ تحریر تھے۔
Find me
ساری دنیا ایک دم ساکت ہو گئی۔
☆☆☆
اس اونچے پردوں والے لونگ روم میں صبح کی روشنی ابھی ٹھیک سے داخل نہیں ہوئی تھی۔ مالک فرید اپنے کمرے سے نکلے تو ٹریک سوٹ میں ملبوس تھے۔ یہ ان کی واک کا وقت تھا۔ لیکن دروازے کی طرف جانے کی بجائے وہ لونگ روم کی ایک ونگ چیئر پر آن بیٹھے۔ بے چینی سے گھڑی دیکھی۔ اسی پل دروازہ کھلا اور ایک نوجوان نے اندر جھانکا۔
"میں آ جاؤں؟"
وہ ٹیب اٹھائے، رف سے ٹی شرٹ اور ٹراؤزرز میں ملبوس ان کا سیکرٹری تھا۔ مالک فرید نے ناپسندیدگی سے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔ وہ قدرے شرمندہ ہو گیا۔
"سوری سر۔ ابھی آفس جانے میں وقت تھا تو میں تیار نہیں ہو سکا..."
وہ نادم سا سامنے آیا۔ پھر ٹیب کی اسکرین ان کے سامنے کی۔
"تمینہ سلطان نے میڈیکل ویزے پہ دو لوگوں کے ساتھ ٹریول کیا ہے۔"
اس نے رک کے وقفہ دیا۔ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ جیسے وہ کچھ ایسا جانتا تھا جس سے مالک فرید لاعلم تھے۔
"دو لوگ؟" مالک فرید نے انگلیوں پر گنا۔ "زیاد اور کیئر ٹیکر اندرانی؟"
"نہیں۔ زیاد سلطان کینیڈا میں نہیں ہے۔" پھر جلدی سے وضاحت کی۔ "یعنی اپنے پاسپورٹ کے مطابق وہ سعودی عرب سے پاکستان چلا گیا تھا اور وہیں ہے۔"
"مطلب اس نے کسی جعلی پاسپورٹ پہ سفر کیا ہے۔ ویری گڈ۔ اس کے اوپر کیس بن سکتا ہے۔" پھر وہ چونکے۔
"اگر تیسرا فرد زیاد نہیں ہے تو کون ہے؟"
سیکرٹری نے ٹیب کی اسکرین ان کے سامنے کی۔
"ایک گیارہ سال کی بچی۔ ہلال سلطان۔"
عبدالمالک فرید نے کرنٹ کھا کے ٹیب تھاما۔ سامنے ایک پاسپورٹ پکچر کھلی تھی۔ ان کی نگاہیں پلک جھپکنا بھول گئیں۔
وہ تصویر تازہ تھی۔ وہ بڑی لگ رہی تھی۔ وہ اس لڑکی سے بڑی لگ رہی تھی جسے انہوں نے آخری دفعہ دیکھا تھا۔
اور وہ مسکرا رہی تھی۔
"وہ زندہ ہے۔" ان کا سانس دھیرے سے بحال ہوا۔
"وہ درست کہتا تھا۔" ایک آہ سی بھری۔
"اتنے برس سے ماہر فرید درست کہہ رہا تھا۔ وہ واقعی زندہ تھی۔"
ان کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ ابھری۔ پھر چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔
"گڈ جاب۔"
شاید اس لڑکے کے کیریئر کے دوران وہ پہلا موقع تھا جب مالک فرید نے مسکرا کے اسے یہ دو الفاظ کہے تھے۔ لیکن وہ نہیں مسکرا سکا۔ اسے ابھی انہیں کچھ اور بھی بتانا تھا۔
اس نے تھوک نگلا۔
"سر..." بہت ہمت سے الفاظ مجتمع کیے۔

"یہ گورنمنٹ ایشوڈ پاسپورٹ ہے۔" وہ غور سے زوم کر کے بلال کا پاسپورٹ دیکھ رہے تھے۔ "یعنی زیاد سلطان نے کسی سرکاری اہلکار کے ساتھ مل کے بلال کا پاسپورٹ حاصل کر لیا ہے۔"

"مگر....؟"

"اس نے اپنی ماں کا میڈیکل ویزا ایشو کروایا ہوگا۔ اسی لیے بلال کو اپنی بہن ظاہر کیا ہے۔ ایک بوڑھی عورت کے علاج کے لیے اس کی کیئر ٹیکر اور بیٹی کو ویزا مل جانا آسان تھا۔ ویری انٹرسٹنگ۔"

"مگر۔" اس کی آواز بلند ہوئی۔ انہوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کچھ ہے جو آپ کو جاننا چاہیے۔"

آگے کا جملہ کہنا اس کے لیے بہت دشوار تھا۔

مالک فرید نے ٹیب ایک طرف رکھ دیا۔ پھر گردن اٹھا کے اسے دیکھنے لگے۔ وہ بولتا گیا اور وہ اس نوجوان کے ہلتے ہونٹ دیکھتے گئے۔

مالک فرید اس روز صبح کی واک پہ نہیں گئے۔ وہ آفس جانے کے لیے تیار بھی نہیں ہوئے۔ وہ کافی دیر اسی صوفے پر بیٹھے رہے۔ کئی گھنٹوں بعد وہ چپ چاپ کھڑکی سے طلوع ہوتے سورج کو دیکھتے گئے۔

سیکرٹری بھی دم سادھے سامنے بیٹھا رہا۔ جیسے سمجھ نہ آ رہا ہو کہ کیا کرے۔

پھر وہ کھنکھارے۔ وہ چونک کر سیدھا ہوا۔ مالک فرید فون نکال کے کال ملا رہے تھے۔

"تم درست کہہ رہے تھے، ماہر۔" وہ بولے تو ان کی آواز خشک تھی۔ "ہمدانی کی تلاش میں ٹیم نے کچھ حاصل کیا ہے۔ بچے اور ہمدانی کے ساتھ بلال نے بھی سفر کیا ہے۔ اس کا پاسپورٹ ریکارڈ پہ ہے۔ اس کی تصویر تازہ ہے۔ وہ زندہ ہے، ماہر۔ اور وہ تھائی لینڈ میں ہے۔"

دوسری طرف سے کچھ سن کے انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں۔ زیاد ساتھ نہیں تھا۔ وہ کسی دوسرے پاسپورٹ پہ پہنچا ہے۔ ہاں، بالکل۔" سر اوپر نیچے ہلایا۔ "اس کو identity theft میں پکڑنا مشکل نہیں ہوگا۔ ہاں تم پولیس کو اطلاع کر دو۔" انہوں نے فون رکھ دیا۔ سیکرٹری متفکر نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"آپ نے اسے نہیں بتایا؟" اسے تعجب ہوا۔ مالک فرید نے تھکی ہوئی آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا۔

"کیا مرنے والے کو وقت سے پہلے موت دینا ضروری ہے؟"

پھر وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کے اٹھ گئے۔ انہیں آفس پہنچنا تھا۔

☆☆☆

کار طویل سڑک پر دوڑتی جا رہی تھی۔ وہ کھڑکی سے باہر بھاگتے درختوں کو دیکھ رہی تھی۔ اب قدرے پہاڑی علاقہ شروع ہو رہا تھا۔ ایک طرف سمندر دوسری طرف پہاڑ۔

درمیان میں ایک جگہ زیاد نے کار روکی۔ سڑک کنارے ایک نیلی ایس یو وی رکی کھڑی تھی۔

"ہم باہر کیوں نکل رہے ہیں؟" وہ باہر نکلا اور اسے بھی ایس یو وی کا کہا تو وہ چونک گئی۔

"کیا تمہیں مجھ پہ بھروسہ نہیں ہے؟" وہ اس کی طرف کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ اس نے لب بھینچ لیے اور باہر نکلی۔

"لیکن میرا سامان اس کار میں ہے۔"

"وہ آ جائے گا۔" اس نے ہاتھ سے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ مالا چپ چاپ آگے بڑھ گئی۔

اس نیلی ایس یو وی میں جب وہ دونوں بیٹھ گئے تو زیاد نے اسے سڑک پر ڈال دیا۔ مسافت ایک دفعہ پھر شروع ہو گئی۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟" قدرے توقف سے اس نے گردن زیاد کی طرف موڑی۔ وہ بالکل خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

"میں اپنا وعدہ پورا کرنے جا رہا ہوں۔" اس نے اسٹیئرنگ پر ہاتھ جمائے ایک نظر اسے دیکھا۔ اس کی نظروں میں کچھ عجیب سا تھا۔

"تم جانتی ہو کہ میں ایک قاتل ہوں۔" وہ ٹھہر

کر رہا تھا۔ وہ اسے دیکھے گئی۔ "پھر بھی تم ماہر کے لیے اپنی زندگی کا سودا کرنے کو تیار ہو گئیں۔"

"میں یہ ماہر کے لیے نہیں کر رہی۔"

"تم ماہر کے لیے مجھ سے طلاق لے رہی تھیں۔"

"میں تم سے تمہاری وجہ سے طلاق لے رہی تھی۔" اس کی آواز بلند ہوئی۔

"دوسری شادی پہلی جیسی نہیں ہوتی، مالا۔ پہلی شادی جیسا کچھ بھی نہیں ہوتا۔"

"پھر بحث کیوں کر رہے ہو؟ میں یہاں ہوں۔ تمہارے ساتھ۔ نہیں لے رہی میں طلاق۔" وہ کہہ کے باہر دیکھنے لگی۔ دل ابھی تک زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

چند لمحے خاموشی سے گزر گئے۔ وہ صرف اپنے دل کی دھڑکن سن سکتی تھی۔ یا اس کے سانس لینے کی آواز۔

"تم نے کبھی مجھ سے محبت نہیں کی۔" وہ بولا تو آواز میں تکلیف تھی۔ شکوہ تھا۔

"تم نے بھی نہیں کی۔ صرف میرے اندر سبرینہ کو تلاش کیا۔" وہ باہر دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔

"وہ اس قابل تھی کہ اس کو میں دنیا کی ہر عورت میں تلاش کرتا۔"

"وہ صرف تمہارا تصور تھی، زیاد۔ تم صرف اس کو بیٹھ کے دیکھتے تھے۔ وہ تم سے نفرت کرتی ہے۔" رک کے صحیح کی۔ "کرتی ہوگی۔ یعنی جب وہ زندہ ہوگی تب۔"

زیاد نے ایک نظر اسے دیکھا۔ کچھ تھا جو اسے غیر آرام دہ کر گیا تھا۔

"تم سبرینہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔"

"کم از کم وہ تمہاری منگیتر نہیں تھی۔" وہ جتا کے بولی۔

"تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔" وہ ایک دم غرایا۔ اس کا دل بری طرح دھڑکا۔ وہ بالکل ساکن ہو گئی۔ پھر زیاد نے سر جھٹکا۔ اور سڑک کی طرف توجہ مرکوز کر دی۔ دھیرے دھیرے مالا کا سانس واپس آنے لگا۔

کار خاموشی سے سڑک پر دوڑتی رہی۔ وہ سڑک کنارے لگے بورڈ پڑھ سکتی تھی۔ وہ ایبر سین ویلج میں داخل ہو رہے تھے۔ اندھیرے میں بس وہ اتنا دیکھ سکتی تھی کہ وہاں درخت تھے۔ پہاڑ تھے۔ دور نیچے بہتا سمندر تھا۔ کنارے پہ بنے لکڑی کے تر ولی گھر تھے۔ رات تاریک تھی اور اس ملک میں سورج ڈوبنے کے بعد بتیاں جلانے کا رواج کم کم تھا۔ یہ گاؤں ایسا اندھیر تھا جیسے کسی سیاہ پرندے نے اسے اپنے پروں تلے ڈھانک لیا ہو۔

قریباً آدھ گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد زیاد نے کار ایک تر ولی گھر کے سامنے روکی۔ سڑک کے کنارے اونچائی پہ بنا گھر جس کی بالکونی سمندر کی طرف کھلتی تھی۔ وہ ایسے دہانے پر بنا تھا کہ جیسے ابھی ذرا سا لڑھکا تو نیچے سمندر میں جا گرے گا۔

"تمہارے بعد۔" زیاد نے لکڑی کا چھوٹا سا دروازہ کھولا اور اسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ گھر بالکل اندھیرا تھا۔ ایک بتی بھی نہیں۔ دل بری طرح دھڑکا لیکن بظاہر گردن اکڑا کے وہ آگے بڑھ گئی۔

گھر کے اندر جاتا دروازہ بھی لکڑی کا تھا اور غیر مقفل تھا۔ مالا نے ہینڈل موڑا تو دروازہ چرچراہٹ کے ساتھ کھلتا چلا گیا۔ بتی خود بخود جل اٹھی۔

اندر ایک سادگی سے سجایا گیا لونگ روم تھا۔ ساتھ لکڑی کا زینہ جو اوپر جاتا تھا۔ یہ گویا ایک چھوٹا سا ویکیشن ہاؤس تھا۔ کیا یہ زیاد کی ملکیت تھا؟ یا اس نے کسی دوسرے کے گھر پہ چند دن کے لیے قبضہ جمایا تھا؟

وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھانے لگی۔ ہر قدم کے ساتھ لکڑی کے چیخنے کی آواز آتی۔ پھر کمرے کے وسط میں پہنچ کے وہ ٹھہر گئی۔ سر اٹھا کے دیکھا۔ اوپر نازک سا فانوس جھول رہا تھا۔ کھڑکیوں کے ساتھ جالے لگے تھے۔

چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ بند ہوا تو وہ اس طرف گھومی۔ زیاد بند دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ مالا نے تھوک نگلا۔ پہلو میں گرے ہاتھ

کپکپائے۔ لیکن اسے ہمت کرنی تھی۔ جب فیصلہ کرلیا تو کرلیا۔

"ہلال کہاں ہے؟"

"یہاں نہیں ہے۔" وہ سینے پر بازو لپیٹے، قدم قدم چلتا اس کے سامنے آرکا۔ اس کا دل بری طرح دھڑکا۔

"تم نے کہا تھا تم مجھے اس کے پاس لے کر آؤ گے۔"

"اور تم نے یقین کرلیا؟" وہ زخمی سا مسکرایا۔ اس کے چہرے پر تکلیف تھی۔

وہ پلک تک نہیں جھپک پا رہی تھی۔

"تم نے میری آفر قبول...."

"تمہیں واقعی لگا تھا کہ میں اسے زندہ رہا کردوں گا؟" وہ جیسے تعجب کا شکار تھا۔

اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ بازو سینے پر لپیٹ لیے گویا خود کو تھام لیا ہو۔

"زیاد...." اس کی آواز کپکپائی۔ بھیگی آنکھیں اس پہ جمی تھیں۔ "تم نے وعدہ کیا تھا۔"

"تم نے بھی وعدہ کیا تھا۔ میرے ساتھ ساری زندگی رہنے کا۔ پھر کیا ہوا اس وعدے کا؟"

وہ اب ایک صوفے پر جا بیٹھا اور ٹانگ پر ٹانگ جمالی۔

"تم ابھی تک میرے کام کرنے کے طریقے سے واقف ہی نہیں ہو، کشمالہ۔" اس نے افسوس سے چچ کیا۔

"اگر تمہیں ہلال کو نہیں چھوڑنا تھا تو مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟" وہ فانوس تلے وسط کمرے میں کھڑی تھی۔ کسی مجسمے کی طرح۔ آنکھیں بس اس پہ ٹکی تھیں۔

"تم نے میرے اوپر بک شیلف گرایا تھا۔ تم مجھے مردہ سمجھ کے چھوڑ آئی تھیں۔ کیا تمہیں یاد ہے؟" روشنی کی ایک جھری کھڑکی سے آتی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ باہر کوئی بتی جلی ہوئی تھی۔

"پلیز.... ہلال کو جانے دو۔" آنسو آنکھوں سے ٹوٹ ٹوٹ کے گرنے لگے۔

"تمہارا جو بھی مسئلہ ہے، میرے ساتھ ہے۔"

"میں اتنا بے وقوف ہوں جو اس کو جانے دوں تاکہ وہ پولیس کے پاس چلی جائے؟" وہ حیران تھا جیسے۔

"تمہیں واقعی لگا تھا کہ تم آؤ گی اور میں اسے چھوڑ دوں گا؟"

"میں آگئی ہوں۔ اور تمہیں کیا چاہیے؟"

"تم مجھے بے وقوف بنانے آئی ہو۔ میں جانتا ہوں تم کیا سوچ رہی تھیں۔ تم ہلال کو آزاد کروالو گی۔ لیکن میرے ساتھ نہیں جاؤ گی۔ تم پولیس بلالو گی۔ پناہ لے لو گی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور مجھے اس ملک سے بھاگنا پڑے گا۔ میں تمہارا پلان سمجھتا ہوں۔ اور پھر کیا ہوگا؟" اس نے بہت تکلیف سے کشمالہ کو دیکھا۔

"پھر تم اس شخص کے پاس چلی جاؤ گی۔ تم دونوں ہنسی خوشی زندگی گزارو گے۔ تم زیاد سلطان سے آزاد ہو جاؤ گی؟" زیاد کی آنکھیں گلابی پڑنے لگیں۔

"تم کچھ نہیں جانتے، زیاد۔"

"تم کچھ نہیں جانتیں، کشمالہ۔ لیکن اب تم جان جاؤ گی۔" وہ آگے بڑھا۔ اس کی مٹھی بند تھی۔ وہ دیکھ سکتی تھی کہ اس کی مٹھی میں کچھ تھا۔

"تم یہ جان جاؤ گی کہ تم ساری عمر زیاد سلطان سے پیچھا نہیں چھڑا سکتیں۔"

وہ آگے بڑھتا گیا اور وہ قدم قدم پیچھے ہٹتی گئی۔ یہاں تک کہ کمر کے پیچھے لکڑی کی دیوار آگئی۔ پھر اس نے آنکھیں بند کردیں۔ اب ہر طرف اندھیرا تھا۔ وہ اس کی آواز سن سکتی تھی۔

"تمہیں تمہارا happily ever after کبھی نہیں ملے گا۔ کیونکہ میں آج تمہاری زندگی ختم کرنے جا رہا ہوں۔"

اس نے آنکھیں بند رکھیں۔ وہاں کوئی بک شیلف نہیں تھا جو وہ اس کو دے مارتی۔ وہاں کوئی نہیں تھا کیونکہ کوئی کسی کو بچانے نہیں آیا کرتا۔ اسے ماں کا چہرہ یاد آیا۔ اور وہ مرتی ہوئی فاختہ جو اس نے کچن گارڈن میں دبائی تھی۔ اور وہ بلی کا بچہ جو ماموں کے گھر کی منڈیر پر چڑھ کے روز بیٹھ جاتا تھا۔ اور وہ گلابی ہیئر بینڈ جو اسے ابو نے بچپن میں کسی سالگرہ پہ دیا تھا۔

زیاد نے کوئی شے زور سے اس کے بازو پر دے ماری تھی۔ سوئی کی نوک کی چبھن۔ اور پھر ساری دنیا اندھیر ہونے لگی۔ بلی کا بچہ مر گیا۔ اور فاختہ مٹی تلے چلی گئی۔ ہیئر بینڈ کا رنگ خاکی ہو گیا۔ اور ماں کی آنکھیں بجھ گئیں۔

وہ دیوار کے ساتھ زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ لیکن ساری دنیا مکمل طور پہ تاریک نہیں ہوئی تھی۔ وہ کچھ کہہ رہا تھا اور وہ سننے کی کوشش کر رہی تھی۔

☆☆☆

"تمہیں تمہارا happily ever after کبھی نہیں ملے گا۔ کیونکہ آج میں تمہاری زندگی ختم کرنے جا رہا ہوں۔"

(وہ سرخ اینٹوں سے بنی اونچی عمارت تھی۔ اس کے اندر وسیع ہالز تھے۔ ایسے ہی ایک شیشے کی دیواروں سے بنے ہال میں ماہر فرید کھڑا تھا۔ اس کے سامنے میز کے پیچھے ایک پولیس آفیسر بیٹھا بغور اسے سن رہا تھا۔ وہ دائیں بائیں ٹہلتا، بار بار ایک ہی بات دہرا رہا تھا۔

آفیسر کے سامنے رکھی کرسی پر ماہی بیٹھی، تھوڑی ہاتھوں پر جمائے، بے آواز رو رہی تھی۔ فائنڈ می والا نوٹ ان کے درمیان میز پر رکھا تھا۔

"ہوسکتا ہے وہ اپنی مرضی سے کہیں گئی ہو۔"

"وہ مرضی سے نہیں گئی۔ یہ زیاد نے کیا ہے۔"

وہ میز پر ایک ہاتھ رکھ کے جھکا اور ایک ایک حرف پہ زور دے کر کہنے لگا۔)

"تم میری زندگی میں آنے والی واحد عورت تھیں جو میری محرومیاں ختم کرسکتی تھی۔"

(اب وہ ایک بڑے کانفرنس روم کی طرح کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ ماہی چھوٹے بالوں میں ہیئر بینڈ لگائے، مسلسل آنکھیں ٹشو سے صاف کر رہی تھی۔ اس کے کالر کے کنارے پر پاؤڈر بلیک لگا تھا۔ ساتھ ہی حور عین اپنے اسٹرالر میں موجود تھی اور کافی چڑچڑی لگ رہی تھی۔ اب وہاں تین آفیسرز بیٹھے تھے۔ ایک سارجنٹ میجر، ایک انسپکٹر اور ایک سپرنٹنڈنٹ۔ سارجنٹ میجر ماہی سے سوال کر رہا تھا اور وہ نفی میں سر ہلاتی جواب دے رہی تھی۔ ماہر اس کے ساتھ خاموش بیٹھا تھا۔ ایک ہی سوال کی تکرار پہ اس نے سر دائیں بائیں جھٹکا اور بنا آواز کے ہونٹ ہلائے۔ "اف یہ Mounties")

"تم عورت ہو۔ اچھی عورت مسیحا ہوتی ہے۔ ساتھ نبھانے والی ہوتی ہے۔"

(مالک فرید اپنے آفس میں بیٹھے تھے۔ بتیاں گل تھیں اور وہ مزید میٹنگز اٹینڈ نہیں کرسکے تھے۔ وہ بس بے چینی سے بار بار گھڑی دیکھتے۔ دیوار پر لگی بڑی سی گھڑی جو ہر اس شہر کا وقت بتا رہی تھی جہاں فرید ہولڈنگ آپریٹ کرتی تھی۔ وین کوور کو انہوں نے اس میں حال ہی میں شامل کیا تھا اور اسی کے وقت پہ ان کی نگاہیں جمی تھیں۔

کشمالہ مبین کو کھوئے آٹھ گھنٹے سے زیادہ بیت چکے تھے۔)

"اچھی عورت مرد کی اصلاح کرتی ہے۔ وہ اس کو نرمی سے درست راستے پر لاتی ہے۔"

(دو پولیس آفیسرز ہسپتال کے کاریڈور میں کھڑے تھے۔ ایک ٹیبلیٹ پر پین سے کچھ لکھ رہا تھا۔ دوسرا سامنے کھڑی اندرانی سے ہندی میں سوالات کر رہا تھا۔ وہ مسلسل شانے اچکا رہی تھی۔ اس کا چہرہ بے تاثر سا تھا جیسے اسے کوئی خوف نہ ہو۔

"زیاد یہاں نہیں ہے۔ میں نہیں جانتی وہ کہاں ہے۔"

"اچھی عورت سے شادی کا کیا فائدہ کشمالہ، اگر اپنے شوہر کو بدل نہ سکے؟"

(وہ ایک سی سی ٹی وی کیمروں سے سجا کمرہ تھا۔ وہ ماہی کے ساتھ وہاں کھڑا تھا۔ آپریٹر کے کندھے پر جھکے، وہ اسکرین دیکھ رہا تھا۔ ساتھ کھڑا پولیس آفیسر اسکرین کے ساتھ ساتھ ان دونوں کے چہرے بھی دیکھ رہا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

☆☆

PARHLO PAKISTAN

اب آپ ہر قسم کے ناول ہماری ویب سائٹ سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہماری ویب سائٹ ناولز رائٹرز کے لئے آفر بھی دیتی ہے۔ اگر آپ لکھنے کے شائق ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ آپ کے ناولز کے علاوہ ناول کے بہترین ہونے پر آپ کو کیش پرائز بھی دیں گے

ابھی اپنا ناول EMAIL کریں اور اپنے لکھاری ہونے کا فائدہ اٹھائیں۔

WHATSAPP GROUP : 0318-9992829

PARHLO.COM.PK@GMAIL.COM